JOURNAL OF ACADEMIC RESEARCH FOR HUMANITIES
ISSN 2663-192x

ORCID of the Journal: https://orcid.org/0009-0000-0723-9485
DOI Number of the Paper: https://zenodo.org/records/14599870
Edition Link: Journal of Academic Research for Humanities JARH, 4(3) Jul-Sep 2024
Link of the Paper: https://jar.bwo-researches.com/index.php/jarh/article/view/528
HJRS Link: Journal of Academic Research for Humanities JARH (HEC-Recognized for 2023-2024)

جریدہ آہنگ اور صد سالہ تقریباتِ اقبال 1977ء کا تجزیاتی مطالعہ

A CRITICAL ANALYSIS OF “AHANG” MAGAZINE AND IQBAL'S 1977 CENTENNIAL CELEBRATIONS

Author 1:	**MUHAMMAD ASIF**, MPhil Scholar at Department of Iqbal Studies, the Islamia University of Bahawalpur, Punjab Pakistan, Email: ghalluasif9@gmail.com
Corresponding & Co-Author 2:	**DR. MUHAMMAD ASGHAR SIAL**, Assistant Professor at Department of Iqbal Studies, the Islamia University of Bahawalpur, Punjab Pakistan, Email: muhammadasghar@iub.edu.pk

Paper Information

Citation of the paper:
(JARH) Asif. M., & Sial. M. A., (2024). A Critical Analysis of “Ahang” Magazine and Iqbal's 1977 Centennial Celebrations in the *Journal of Academic Research for Humanities*, 4(*3*), 86-102B.

QR Code for the Paper:

Subject Areas for JARH:
1 Humanities
2 Iqbal Studies

Timeline of the Paper at JARH:
Received on: 02-08-2024.
Reviews Completed: 21-09-2024.
Accepted on: 25-09-2024.
Online on: 30-09-2024.

License:
CC BY SA
Creative Commons Attribution-Share Alike 4.0 International License

Recognized for BWO-R:
HJRS HEC Journal Recognition System

Published by BWO Researches INTL.:
BWO RESEARCHES (PVT) LTD INTERNATIONAL

DOI Image of the paper:
DOI 10.5281/zenodo.14210243

Abstract

Literary works are published in magazines and newspapers. A large part of our literature is preserved in magazines. Radio Pakistan's journal "Ahang" has been promoting and delivering literary services since 1948. Allama Iqbal's birth centenary celebrations were officially organised by the Government of Pakistan in 1977. Radio Pakistan and Pakistan Broadcasting Publication and its journal "Ahang" promoted, disseminated and appreciated Iqbal's thoughts and philosophy. It has emerged as a major media source. In all the issues of "Ahang" of 1977, apart from the writings and articles of the country's famous experts on Iqbal's philosophy, Iqbal's thought and Iqbal's knowledge programs were presented by Radio Pakistan. In literature and journalism. It is difficult to draw a boundary, but the promotion and development of literature and journalism are also related to each other. Communication, journalism and literature are indispensable. In this research article, the centenary publication of "Ahang" leaflets (1977) has been analyzed.

Keywords: Ahang, Radio, Pakistan, Iqbal, Magazines

"اقبال کی تعلیم و تربیت کی اساس اور بنیاد اسلامی تعلیمات تھیں اور ابتدا سے ان کو یہ موقع میسر آیا تھا کہ اسلامی تاریخ اور اسلامی اصولوں کو تحقیقی نظر سے دیکھیں۔اس لیے ایک مدت کے تقابلی مطالعہ اور موازنہ کے بعد انھوں نے اپنے بنیادی تصورات کو نظریاتی شکل دی۔ان کو اپنے اشعار کے ذریعے دنیا کی خصوصیات ملت اسلامیہ کے سامنے پیش کیا۔اقبال کی اس تمام تحقیق کا نچوڑ مختصر الفاظ میں یوں پیش کیا جاسکتا ہے کہ وہ عالم کی ہدایت اور ملت اسلامیہ کی رہنمائی کے لیے صرف اس لازوال حکمت کو صراط مستقیم قرار دیتے ہیں جو قرآن حکیم نے پیش کی اور اس کو سب کے لیے صحیح اور واحد ضابطہ حیات اور ابدی نجات کا حامل و ضامن سمجھتے ہیں، اسی لیے انھوں نے اپنی فارسی اور اُردو شاعری اور اپنے خطبات و مقالات کے ذریعے اپنے اسی مقام کو عام کرنے میں اپنی ساری عمر صرف کی۔ قرآن حکیم اور سیرت رسول کریم ﷺ کے ہی بہ نظر غائر مطالعہ اور ان پر غوروخوض نے اقبال کو کامل یقین بخشا"("آہنگ"، کراچی، شمارہ ۱۶، ۸تا ۳۱اپریل ۱۹۷۷ء)

انسانی قوانین، اصول، ضابطے اور آئین روزانہ دیکھتے ہیں کہ وہ ترمیم وتردید کے محتاج اور ان میں وقت کے ساتھ تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے احکامِ قرآن مجید اور ضوابط ہمیشہ اور ہر دور میں صادق صادر آتے ہیں جن کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔اس حوالے سے طاہر فاروقی راقم ہیں "اقبال نے ہمیں بتایا کہ جتنے قوانین و اصول، اور ضابطے و آئین انسان اپنی عقل و فہم سے بناتا ہے یا بنائے گا ان کا حشر ہم آئے روز دیکھتے ہیں کہ وہ ترمیم وتردید کے محتاج اور کمی بیشی کے لائق ہوتے ہیں صرف وحیٔ الٰہی وہ حقیقت ہے جو ایسی اٹل کبھی تبدیل نہ ہوسکنے والی اور ہر دور ہر زمانے میں صادق آنے والا قانون، ضابطہ اور آئین ہے جو بنی نوع انسان کی زندگی کے تمام گوشوں اور سارے شعبوں میں رہنمائی کا ضامن اور ہر ملک، ہر دور ، ہر قوم اور ہر زمانے کے لیے ضابطہ حیات اور آئین زندگی قرار دیا جاسکے ایسا آئین و ضابطہ قرآن حکیم ہے۔جس کی عملی تفسیر سنت نبوی اور اسوہ رسول ﷺ میں پائی جاتی ہیں"۔

برگ و ساز ماکتاب و حکمت است ! ایں دو قوت اعتبار ملت است!"

("آہنگ"، کراچی، شمارہ ۱۶، ۸تا ۳۱اپریل ۱۹۷۷ء)

اقبال فرماتے ہیں کہ قرآن کریم وہ زندہ اور حکمت کے خزانوں سے بھری کتاب ہے جس سے زندگی کو استحکام اور قوت حاصل ہوتی ہے۔ جس سے ناپائیداری کو پائیداری حاصل ہوتی ہے۔ قرآن حکیم خدائے بزرگ و برتر کا وہ آخری پیغام ہے جس کے لانے والے آخری نبی الزماں حضرت محمد ﷺ ہیں جو تمام عالمین کے لیے باعث رحمت ہے۔

آں کتاب زندہ قرآن حکیم — حکمت اُولا زوال است و قدیم
نسخہ اسرار تکوینِ حیات — بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
نوعِ انساں را پیامِ آخریں — حامل او رحمۃ للعالمین

ابتدائیہ:

ادبی تخلیقات کی اشاعت رسائل وجرائد کے ذریعے سے ہوتی ہے۔رسائل میں ہمارے ادب کا بڑا حصہ محفوظ ہے۔ریڈیو پاکستان کا جریدہ "آہنگ" ۱۹۴۸ء سے اب تک ادبی خدمات کی ترویج وترسیل میں مصروفِ عمل ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال کے جشن ولادت کی صد سالہ تقریبات کا انعقاد ۱۹۷۷ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے سرکاری طور پر کیا گیا تو ریڈیو پاکستان اور پاکستان براڈکاسٹنگ پبلی کیشن اور اس کا جریدہ "آہنگ" فکر و فلسفہ اقبال کی ترویج وترسیل اور تحسین و تفہیم کے لیے بہت بڑے ابلاغی ذرائع کے طور پر سامنے آئے۔۱۹۷۷ء کے "آہنگ" کے تمام شماروں میں تفہیم وترویج، فکر و فلسفہ اقبال کے سلسلے میں ملک کے نامور ماہرین اقبالیات کی تحریریں اور مضامین کے علاوہ ریڈیو پاکستان کی طرف سے فکر و فلسفہ اقبال اور اقبال شناسی کے پروگرام پیش کیے گئے۔ادب اور صحافت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔بقول ایلیٹ ادب اور صحافت میں حد فاصل کھینچنا مشکل ہے بلکہ ادب اور صحافت کی ترویج و ترقی بھی ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔ابلاغ و صحافت اور ادب کا ایک دوسرے کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔اس تناظر میں ہم جریدہ "آہنگ" جشن ولادت علامہ اقبال ۱۹۷۷ء کی صد سالہ اشاعت کا تجزیہ کریں گے۔

پندرہ روزہ ریڈیو پاکستان کا جریدہ "آہنگ" ۱۶تا ۳۱اپریل ۱۹۷۷ء میں شامل اقبالیاتی ادب کی نگارشات ملاحظہ کیجیے۔

۱-فکر اقبال از طاہر فاروقی
۲-اقبال کے حضور از امین راحت چغتائی

ریڈیو پاکستان کے رسالے "آہنگ" میں اقبالیاتی ادب کی نامور شخصیات کی نگارشات شامل ہوتی رہیں ان میں علامہ اقبال کے ہم عصر احباب کے ساتھ ساتھ وقت کے ماہر اقبالیات و اقبال شناس کے علاوہ علمی درسگاہوں سے منسلک شخصیات جن کا حوالہ علم و ادب تھا دیگر ادبی اصناف کی ترویج کے ساتھ اقبالیاتی فلسفہ و ادب کی ترویج وترسیل میں "آہنگ" کا حصہ رہے۔

اقبال ایک فلسفی اور شاعر تھے۔انھوں نے اسلامی فلسفہ کے ساتھ ساتھ مغربی حکما کے فلسفہ اور نظریات کا مطالعہ کیا بیسویں صدی کے آغاز میں جب وہ یورپ اور جرمنی میں تحقیقی کام میں مصروف تھے تو انھوں نے حکمائے اسلام کا تفصیلی اور عمیق مطالعہ کیا۔ اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ وہ بیک وقت مشرقی و مغربی اور قدیم وجدید فلسفوں اور فلسفیوں کی تخلیقات و تحقیقات اور ان کے تصورات پر ماہرانہ نظر رکھتے تھے۔ اسی کے ساتھ ان کو یورپ کے قیام میں مواقع بہم پہنچے کہ وہ مغرب کی تمام جدید تحریکوں اور سیاسی مدوجذر کا قریب سے مطالعہ کریں۔نیز ان کے اچھے برے عوامل ونتائج سے کامل واقفیت حاصل ہو۔

اقبال کے حضور از امین راحت چغتائی

پاکستان براڈکاسٹنگ راولپنڈی کی جانب سے علامہ اقبال کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے امین راحت چغتائی کی جانب سے "اقبال کے حضور" عنوان سے اشعار پیش کیے گئے۔نمونے کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔

ترے خلوص نے بخشا ہے وہ نظر کو شعور | صدائے حق کی اشاعت ہے شیوہ منصور
اسی سے روشنی پاتے ہیں اہل علم | نکھر نکھر کے سنورتا ہے فن اسی کے سبب
ترے رموز فقیری خواجگی قرباں | یہی نوائے قلندر یہی صدائے زماں
ہم آج تیری بصیرت کی رہنمائی میں | نگار فن کو سنواریں گے، عہد کرتے ہیں
حیاتِ نو کو رچائیں گے شعر و نغمہ میں | شعور دہر نکھاریں گے عہد کرتے ہیں (۴)

16 سے ۳۱ مئی ۱۹۷۷ء کے شمارے میں علامہ کے حوالے سے مضمون "پیام اقبال" شائع ہوا۔ڈاکٹر ممتاز منگلوری نے اس کو تحریر کیا۔دراصل یہ ہند کو تقریر تھی جس کو شاعر مشرق کے عنوان سے فقیر حسین ساحر نے ترجمہ کیا۔

حکیم الامت شاعر مشرق ایک ایسے دور میں پیدا ہوئے جب مشرق و مغرب کے مختلف شعبوں اور سماجی نظام میں انقلاب وقوع پذیر ہو رہا تھا۔مغرب کے مشرقی اقوام پر تسلط اور اقتدار کی معزولی اور مشرق میں شعور و آگاہی اور فتیابی کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔تہذیب مغرب کا کھوکھلا پن اور مادہ پرستی کی خرابیاں واضح ہو چکی تھیں۔شاعر مشرق ایک ایسے دور میں پیدا ہوئے جب مشرق و مغرب کی زندگی اور اس کے مختلف شعبوں میں ایک عجیب و غریب انقلاب ظاہر ہو رہا تھا۔مشرق کے اقتدار کی بساط الٹ چکی تھی اور مغرب کی سیاسی فتح مندی کے جھنڈے دور دور تک لہرا رہے تھے۔مغرب نے مشرقی ملکوں پر قبضہ ہی نہیں جمایا تھا بلکہ مغربی سوچ اور فکر نے مشرق کے ذہنوں پر بھی اپنا قبضہ کر لیا تھا۔شاعر مشرق نے مغرب کے اساتذہ سے فیض تو حاصل کیا لیکن وہ جیسے جیسے مغرب کے قریب تر ہوتے گئے بجائے اس کے کہ مغرب کی ظاہری چمک دمک ان پر جادو کر سکتی ان پر مغربی تہذیب کا کھوکھلا پن اور مغرب کی مادہ پرستی کی خربیاں واضح ہوتی چلی گئیں۔وہ جس قدر مغرب کے نظریات کا مطالعہ کرتے گئے۔اسی قدر ان سے ذہنی طور پر دور ہوتے چلے گئے۔حتیٰ کہ جب انھوں نے ارمغانِ حجاز لکھی اس وقت مغرب کے اس کھوکھلے پن کے خلاف ان کی نفرت اپنی انتہا پر تھی اس لیے انھوں نے اپنے اشعار میں فرمایا:

من از میخانہ ، مغرب چشیدم | بجان من کہ دردِ سر خریدم
نشتم با نکو یا ن فرنگی | ازاں بی سوز تر روزی ندیدم (۵)

ڈاکٹر ممتاز منگلوری، پیام اقبال، ایضاً، ص:۷

اقبال نے اس دور میں جب برصغیر کے مسلمانوں پر مایوسی چھائی ہوئی تھی قوم کی بیداری کے لیے اپنی شاعری کے ذریعے عظیم کارنامہ انجام دیا۔غلامی کی لعنت سب سے بڑی لعنت ہوتی ہے جو نہ صرف فرد اور قوم کی موت ہوتی ہے بلکہ آزادی فکر اور قومی شعور کی بھی موت ہوتی ہے یعنی جب انسان خود ہی مر جائے اور سوچ و فکر بھی تو قومی اقدار کیسے زندہ رہ سکتے ہیں۔

جب ماضی سے رشتہ کٹ جائے بالکل اسی طرح جیسے پودے کی جڑیں زمین میں باقی نہ رہیں تو پھر اس کو زندگی کہاں سے ملے گی۔اپنے ماضی کو فراموش کر کے اقوام کو یہ احساس کہاں سے ہو کہ وہ کیا تھیں اور کیا ہو گئیں۔جب یہ حالت ہو جائے تو پھر دل و دماغ پر حاکموں کا چڑھایا ہوا رنگ ہی باقی رہتا ہے۔اقوام کا اپنا وجود ختم ہو جاتا ہے پھر غلام اقوام حاکموں کے دل و دماغ سے سوچنے لگتی ہیں۔ان کی عینک سے دیکھنے لگتی ہیں۔برصغیر کے مسلمانوں کی بھی یہی حالت تھی۔جس طرف علامہ اقبال کے ان اشعار میں اشارہ ہے۔

ضمیرِ پاک و نگاہ بلند و مستی شوق | نہ مال و دولت قاروں، نہ فکرِ افلاطوں
علاج آتش رومی کے سوز میں ہے ماتری | خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں (۶)

ڈاکٹر ممتاز منگلوری، پیام اقبال، ایضاً، ص:۷

اقبال نے خوابیدہ ملتِ مشرق کو جگایا۔اس کا ماضی یاد دلایا۔فرنگی حکمرانوں کے دل و دماغ سے سوچنے کی بجائے اپنے قلب و عقل سے سمجھنے کا مشورہ دیا اور ان کی رہنمائی کی جس سے وہ بھٹک چکے تھے۔اقبال کا پیغام ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے بھی تھا لیکن اس کے مخاطب خاص طور پر برصغیر کے مسلمان تھے انھوں نے قوم میں جو تڑپ پیدا کی اس کے نتائج عملی شکل میں دنیا کے سامنے آ گئے۔بقول اقبال:

"بھٹکے ہوئے راہی کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعت صحرا دے"(۷)

ڈاکٹر ممتاز منگلوری، پیام اقبال، ایضاً، ص:۷

۱۶ تا ۳۱ مئی ۱۹۷۷ء کے پرچے میں پی بی سی لاہور اسٹیشن کی جانب سے غلام جیلانی اصغر نے مردِ فقیر کے نام سے نظم علامہ اقبال کی خدمات کے اعتراف میں تحریر کی اس نظم کے نمونے کے اشعار ملاحظہ کیجیے۔

"ہمارے شہر سے گزرا تھا ایک مردِ فقیر | گلیم پوش بھی تھا عمر و صاحب سریر بھی تھا
عیاں تھی اس کی نظر پر بلندی و پستی | وہ خود شناس، خود آگاہ، باضمیر بھی تھا
اسے خبر تھی کہ یہ رات ڈھلنے والی ہے | طلوع صبح سے پہلے، سحر سے واقف تھا "(
چلا گیا ہے تو اب شہر کتنا تنہا تھا | وہ ایک شخص جو ہر شخص کا شناسا تھا (۸
وہ شخص ہم میں نہیں ہے مگر کلام اس کا | کبھی زبور عجم ہے کبھی بانگِ درا

"آہنگ" کے شمارے ۱۶ سے ۳۱ جولائی ۱۹۷۷ء کی نگارشات ملاحظہ کیجیے۔

"بچوں کا شاہین" از صفی حیدر دانش

"اقبال کا تصور شاہین" از پیر محمد اکرم (ونگ کمانڈر)

اس شمارے میں بچوں کے سلسلے "قدم قدم آباد" کے تحت صفی حیدر دانش کا مضمون "بچوں کا شاہین" شائع ہوا۔علامہ اقبال کی شاعری اور پیغام کے کئی حوالے ہیں وہ نہ صرف فکر اسلامی اور قومی شعور کے شاعر تھے بلکہ ان کی شاعری اور پیغام

میں مفقود ہو چکی تھی۔ایسے حالات میں اقبال نے نہ صرف برصغیر کی مسلم قوم کو بلکہ پوری امت مسلمہ کو حرکت و توانائی اور مسلسل عمل سے بھرپور زندگی کا تصور عطا کیا اور ان میں جوش اور جذبے کا لہو گرمایا۔

جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا   لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

اقبال نے شاہین کی زندہ علامت کے وسیلہ سے ملت اسلامیہ کی قوت عمل پر تازیانہ لگایا۔انہیں نہ صرف مایوسی بلکہ افسردگی، بے چینی اور شکست خوردگی کی قید سے آزاد کروایا۔اعلیٰ نصب العین کی خاطر مسلسل اور ان تھک کوشش کی اور کبھی ختم نہ ہونے والے سفر کا راستہ دکھایا:

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا   ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں
ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا   حیاتِ ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

اقبال شاہین کے حوالے سے ملت اسلامیہ کو اس کی خوبیوں کا احساس یوں دلاتے ہیں:

ترا جوہر ہے نوری، پاک ہے تو   فروغِ دیدہ افلاک ہے تو
ترے صیدِ زبوں افرشتہ و حور   کہ شاہینِ شہِ لولاک ہے تو!

لیکن جب وہ اس ملت کو اپنے مقام سے گرا ہوا دیکھتے ہیں تو اس کی زبوں حالی کا تجزیہ یوں کرتے ہیں:

ترا اندیشہ افلاکی نہیں ہے   تری پرواز لولاکی نہیں ہے

مغربی دورِ غلامی اور غیر مسلم تہذیب کے اثرات نے ملت اسلامیہ کو اپنی صفات اور خصوصیات سے محروم کر دیا ہے اور ان کا احساس زیاں جاتا رہا ہے:

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں   اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

نئی تہذیب کے ماحول اور جدید طرز تعلیم نے مسلم نوجوان کی شخصیت کو جس بری طرح بگاڑا اس کا اقبال کو شدید احساس اور رنج ہے:

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی   خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبت زاغ (۱۱)

اگست ۱۹۷۷ء کے شمارے میں "اقبال اور عشق رسول ﷺ" کے عنوان سے شاعر مشرق کے سلسلے کے تحت ریڈیو پاکستان کے شمارے "آہنگ" نے پروفیسر کرم حیدری کا مضمون شائع کیا اقتباسات ملاحظہ کیجیے۔

رسول پاک ﷺ کی محبت کا جذبہ قدرت کی دین ہے جسے چاہے نواز دے۔اقبال کے دل میں رسول پاک ﷺ کی محبت کا صحیح اندازہ و مرتبہ جگانے کا سہرا علامہ کے والد کے سر ہے جنھوں نے صحیح معنوں میں جذبہ عشق رسول ﷺ کی تربیت دی اس بارے میں اقبال نے ایک واقعہ رقم کیا۔ فرماتے ہیں۔

میں نے لڑکپن میں ایک بار کسی فقیر کو ذرا سی سختی سے جھڑکا تو میرے والد نے مجھ سے فرمایا:

اندکے اندیش و یاد آر اے پسر   اجتماع امت خیر البشر

زندگی کے ہر طبقہ فکر کے لیے تھا۔ انھوں نے بچوں کے لیے کئی دلچسپ اور فائدہ مند نظمیں لکھیں اس لیے ان کو بچوں کا اقبال بھی کہہ سکتے ہیں۔

ایک نظم میں انھوں نے مکڑے اور مکھی کا قصہ لکھا کہ مکڑا چاہتا ہے کہ مکھی کو دھوکے سے جال میں پھنسا کر کھا جائے۔وہ اپنے گھر کی تعریفیں کرتا ہے مگر مکھی اس کے دھوکے میں نہیں آتی ۔ یہ دیکھ کر مکڑا جھوٹی خوشامد اور تعریف شروع کر دیتا ہے وہ مکھی سے کہتا ہے۔

ہوتی ہے اسے آپ کی صورت سے محبت   ہو جس نے کبھی ایک نظر آپ کو دیکھا
آنکھیں ہیں کہ ہیرے کی چمکتی ہوئی کنیاں   سر آپ کا اللہ نے کلغی سے سجایا
یہ حسن، یہ پوشاک، یہ خوبی، یہ صفائی   پھر اس پہ قیامت ہے یہ اڑتے ہوئے گانا

جھوٹی خوشامد اور تعریف سے مکھی دھوکے میں آجاتی ہے وہ اڑ کر جالے کی طرف آجاتی ہے تو مکڑا فوراً ہی اس کو پکڑ لیتا ہے اور گھر بیٹھے جو شکار ملتا ہے تو خوب مزے سے کھاتا ہے۔ بچو! اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دوست اور دشمن کو پہچاننا چاہیے اور جھوٹی تعریف سے خوش نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ اس سے بڑے نقصان ہوتے ہیں۔("آہنگ"، کراچی، شمارہ،۱۶، ۱۰تا۳۱، مئی ۱۹۷۷ء)، ص:۷

جولائی ۱۹۷۷ء کے شمارے میں پیر محمد اکرم (ونگ کمانڈر) کا مضمون "اقبال کا تصور شاہین" شائع ہوا جس کے اہم اقتباسات درج ذیل ملاحظہ کیجیے۔

اقبال نے اقوامِ مسلم کو خودی، آزادیِ جدوجہد، حرکت، بیباکی، بے نیازی، ایثار و محبت کا درس دیا۔انھوں نے اپنا پیغام قوم مسلم تک پہنچانے کے لیے شاعری کا سہارا لیا اور گل و بلبل کے فرسودہ نظام شاعری کی جگہ زندگی کے حقائق و مشاہدات اور تجربات سے آگاہ کیا۔ نئے موضوعات، نئی ترکیبات، نئی تشبیہات و استعارے اور نئی علامتیں وضع کیں۔

شاہین کا لفظ اقبال کے ہاں ایک پہلو دار اصطلاح اور علامت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ وہ ان کے پیغام، فلسفہ فکر اور نظریہ کی نمائندگی کرتا ہے۔ شاہین میں وہ تمام صفات موجود ہیں جو اقبال مسلمانوں کی شخصیت اور قومی زندگی میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ وہ مسلمانوں کو مسلسل جدوجہد، سخت کوشش، خطر پسندی، ہمت، مستقل مزاجی اور عمل پیہم کا سبق دینا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے جیتی جاگتی علامت کا انتخاب کیا جسے وہ نمونہ کے طور پر پیش کر سکیں۔ شاہین بلند پرواز رکھتا ہے۔ سخت کوش اور خوددار ہے۔ پہاڑوں اور چٹانوں پر بسیرا کرتا ہے۔ صحراؤں اور دریاؤں کی وسعت، اس کی بلند پرواز اور باہمت پروں کے نیچے ایک نقطہ میں سمٹ کر رہ جاتی ہے۔

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پر دم ہے اگر تو تو نہیں خطرہ افتاد (۱۰)

انیسویں صدی میں ملت اسلامیہ افسردگی، مایوسی اور ست خوردہ ذہنیت سے دو چار تھی اکثریت اقوام مسلم غلامی پر رضامند ہو چکی تھی۔ عزم و یقین کی دولت ان

مرتبہ عطا کیا کہ وہ ہمیں سعدیؔ، جامیؔ اور مولانا روم جیسے بڑے عاشقان رسول ﷺ کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ رسول اللہ کی صفت و شان بیان کرنے میں فصاحت اور بلاغت میں اس مرتبے پر جا پہنچے جہاں کوئی شاعر خال خال پہنچ پاتا ہے۔

عرض کیا کہ۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل — جس نے غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر — وہی قرآں وہی فرقاں وہیں یٰسین وہی طٰہٰ

پھر ذرا الفت کا یہ اسلوب دیکھیے:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب — گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
تیری نگاہ لطف سے دونوں مراد پا گئے — عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب (۱۴)

عمر کے آخری حصے میں علامہ کی تصنیف "ارمغانِ حجاز" یعنی حجاز کا تحفہ اس کتاب میں حضور رسالت کے نام سے

۱۱۹ رباعیات ہیں اس سے اس محبت کی آگ کا اندازہ ہو سکتا ہے جو اقبال کے سینے میں بھڑک رہی تھی۔

بایں پیری رہ یثرب گرفتم — نوخواں از سرودِ عاشقانہ

ترجمہ: اس بڑھاپے میں اپنے محبوب کے شہر یثرب کو روانہ ہوا ہوں اور حال یہ ہے کہ عاشقی کے نشے میں گیت گا رہا ہوں۔

چوں آں مرغ کہ در صحرِ سرِ شام — کشائد پر بہ فکرِ آشیانہ

ترجمہ: اس پرندے کی طرح جو شام کو جنگل سے اپنے گھونسلے کے خیال میں پرواز کرتا۔

بیا اے ہم نفس! باہم بنالم — من و تو کشتہ شانِ جمالیم

اے دوست! آؤ مل کے روئیں کیوں کہ میں اور تو دونوں جمال محبوب پر قربان ہو چکے ہیں۔ اپنے دل کی مراد کے بارے میں باتیں کریں اور اپنے آقا کے قدموں کو آنکھوں سے لگا لیے۔

بہ کوے تو گدازِ یک نوا بس — مرا ایں ابتدا ایں انتہا بس

اے محبوب! تیری گلیوں میں ایک ہی گیت کی مٹھاس بہت ہے میرے لیے یہ ابتدا و انتہا بہت ہے۔

خراب جراتِ اں رند پاکم — خدا را گفت مارا مصطفیٰ بس

میں تو اس پاک رندی کی جرأت کے قربان جاؤں جس نے خدا سے کہا تھا ہمارے مصطفیٰ کافی ہیں۔ حضورؐ جب سے میری نظر آپؐ کے مبارک چہرے پر پڑی، آپ میرے لیے میرے ماں باپ سے زیادہ محبوب ہو گئے ہیں۔

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس — صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس (۱۵)

پندرہ روزہ "آہنگ" ۱۷ تا ۳۰ ستمبر ۱۹۷۷ء

یعنی سوچ بیٹے اور اس وقت کو دھیان میں لا حضور اکرم ﷺ کی ساری امت اکٹھی ہو گی۔

باز اس ریشِ سفیدِ من نگر — پیش مولا بندہ را، سوا مکن

پھر میری اس سفید داڑھی کی طرف دیکھ اور خوف و امید کا جو لرزہ مجھ پر طاری ہو گا اس کا خیال کر باپ کی اس نصیحت کا اقبال پر ایسا اثر ہوا کہ وہ تمام عمر ہمیشہ یہی خیال کرتے رہے کہ مجھ سے کوئی ایسا کام نہ ہو کہ میں قیامت کے روز حضور پاک ﷺ کے روبرو شرمندہ ہوں اس لیے آخری عمر میں وہ اللہ کے حضور یہ دعا کیا کرتے۔

بہ پایاں چوں رسد ایں عالم پیر — شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضور خواجہ مارا — حساب من ز چشم اونہاں گیر

ترجمہ: جس وقت یہ دنیا اپنے خاتمے کو پہنچے اور ہر ڈھکی چھپی تقدیر ظاہر ہو جائے، اس وقت اے میرے خدا مجھے میرے آقا کے روبرو شرمندہ نہ کرنا میرا حساب اس سے چھپ کر لینا ("آہنگ"، کراچی، شمارہ تا ۳۱، اگست ۱۹۷۷ء)، ص:۹

جب لڑکپن میں عین جوانی کے زمانے میں دل دنیا کی طرف راغب ہوتا ہے اور خدا رسول ﷺ اور آخرت کا خیال کم ہی ہوتا ہے لیکن اقبال نے عین جوانی میں جو نعتیں کہیں ان میں محبت رسول ﷺ کا جذبہ شدید تر تھا۔ (۱۹۰۰ء) میں ان کی عمر موجودہ دور کی تحقیق کے مطابق بیس سے چوبیس برس تھی انھوں نے مناجات کے رنگ میں ایک نعت کہی، نمونے کے چند اشعار حسب ذیل ہیں:

اے مدد گارِ غریباں، اے پناہ بے کسا — اے سفیرِ عاجزاں اے مایہ بے مائیگاں
کارواں صبر و تحمل کا ہوا دل سے روا — کہنے آیا ہوں میں اپنے درد غم کی داستاں
ہے تیری ذات مبارک حل مشکل کے لیے — ن ام ہے تیرا شفا دکھے ہوئے دل کے لیے
بزم عالم میں طرازِ سندِ عظمت ہے تو — بہر انساں جبرائیل آیۂ رحمت ہے تو
اے دیار علم و حکمت قبلۂ امت ہے تو — اے ضیائے چشم ایماں زیبِ ہر مدحت ہے تو
درد جو انسان کا تھا وہ تیرے پہلو سے اٹھا — قلزم جوش محبت تھا تیرے آنسو سے اٹھا (۱۳)

اقبال جب سیالکوٹ سے حصول علم کے لیے لاہور پہنچے تو روحانی فیض کے لیے داتا صاحب پر حاضری کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان کے دل میں عشق رسول کا جذبہ اور بھی پروان چڑھا اس زمانے میں جو نعتیں کہیں اگرچہ ان کا انداز روایتی تھا مگر ان میں عشق رسول کا جذبہ بھر پور تھا اُس وقت کی ایک نعت کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

وہ بزم یثرب میں آکے بیٹھیں ہزار منھ کو چھپا چھپا کر
نگاہ عشق کی دیکھ لیتی ہے پردہ میم اٹھا اٹھا کر
جو تیرے کوچے کے ساکنوں کا فضائے جنت میں دل نہ بہلا
تسلیاں دے رہی ہیں حوریں خوشامدوں سے منا منا کر

رفتہ رفتہ اقبال کا فن شاعری بھی ترقی کرتا گیا اور ان کے دل میں عشق رسول ﷺ کا جذبہ بھی فروغ پاتا گیا اور نکھرتا چلا گیا اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسا بلند

شعروشاعری میں انگریزی تنقید کے حوالے تو دیئے تھے مگر براہ راست ان کا انگریزی شاعری کا مطالعہ واجبی سا تھا۔اقبال نے انگریزی شاعری کا بغور مطالعہ کیا تھا۔بانگ درامیں کئی نظمیں انگریزی سے ترجمہ ہیں اور اکثر نظموں میں انگریزی رومانوی شعرا کے مصروں کی پرچھائیاں نظر آتی ہیں۔ مگر اقبال نے انگریزی نظموں کے "Stanzas" کی ہیت مستعارلی۔ یہ ہیت انھوں نے اردو سے زیادہ فارسی نظموں میں استعمال کی۔اقبال سے متاثر ہو کر ان کے رنگ میں ڈوب کر لکھنے والوں کا ایک بہت بڑا گروہ ایسا ہے جو اس لیے قابل ذکر نہیں ہے کہ وہ لوگ خالی خولی نقالی سے آگے نہ جاسکے وہ اقبال کی زبان اور افکار تک کو اسی کے پیرائے میں اس یقین کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ جیسے وہ خود اقبال کی سطح کو چھو لیں گے "(۱۸)

"آہنگ" کے سلسلے "قدم قدم آباد" کے تحت ۱۷تا۳۰ستمبر۱۹۷۷ء کے پرچے میں حیات اقبال اور پیغامِ اقبال کے حوالے سے خالد وھاب کا مضمون "علامہ اقبال اور ان کا پیغام" شائع کیا گیا۔

علامہ اقبال ہر دوراور ہر مکتبہ فکر کے شاعر تھے انھوں نے بچوں کے لیے متعدد نظمیں اور شاعری کو اپنے کلام کا حصہ بنایا جس کا مقصد ان کی جسمانی، روحانی، اخلاقی اور علمی تعلیم وتربیت کرنا تھا۔ خالد وھاب رقم کرتے ہیں:

"بچو!تم نے علامہ اقبال کا نام ایک بڑے شاعر اور قومی رہنما کی حیثیت سے ضرور سنا ہو گا اور یہ بھی تم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہو گا کہ اقبال سیالکوٹ میں ۹نومبر۱۸۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ مگر شاید یہ نہ معلوم ہو کہ اقبال کے والد جناب نور محمد کوئی دولت مند آدمی نہ تھے لیکن بے انتہا نیک اور خدا ترس انسان تھے۔انھوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت کی طرف خصوصیت کے ساتھ دھیان دیا۔اسکول میں اقبال نے خود کو ایک ذہین اور محنتی طالب علم ثابت کیا اور میٹرک پاس کرنے کے بعد جب وہ سیالکوٹ کے انٹر کالج میں داخل ہوئے تو انھیں مولوی میر حسن جیسے اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک استاد سے تعلیم تربیت حاصل کرنے کا موقع ملا۔ مولوی میر حسن عربی فارسی کے مانے ہوئے عالم تھے۔ اقبال میں ادبی و علمی ذوق پیدا کرنے میں ان کے استاد کو بڑا دخل حاصل تھا۔انٹر کا امتحان پاس کرنے کے بعد اقبال کو اعلیٰ تعلیم کی خواہش لاہور لے گئی۔ جہاں گورنمنٹ کالج لاہور میں انھوں نے خوب دل لگا کر تعلیم حاصل کی اور ایم-اے کی ڈگری نمایاں حیثیت سے حاصل کر کے اپنی تعلیم کو مکمل کیا۔اس کالج میں ان کے استاد "ارنلڈ" بھی تھے۔جو اپنے غیر معمولی علم کی وجہ سے ساری دنیا میں شہرت رکھتے تھے۔ اقبال نے ان سے بہت کچھ سیکھا۔اقبال تعلیم مکمل کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر ہوگئے۔ لیکن علم کی پیاس اور مطالعہ کے ذوق نے انھیں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے یورپ جانے پر مجبور کر دیا لہٰذا وہ یورپ روانہ ہوگئے۔ سخت محنت اور لگن سے انھوں نے چار سال کے مختصر عرصے میں

اس شمارے میں اقبال کے متعلق ایک مضمون ضیاء جالندھری اور احمد ندیم قاسمی کی غزل اقبال کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے نذر اقبال کے نام سے شائع ہوئی۔ احمد ندیم قاسمی کی غزل کے چند اشعار نمونے کے طور پر ملاحظہ کیجیے۔

محیط شام میں جب بجھ گئی شفق کی ضو
تو آفتاب پہ نہیں دی میرے چرغ کی لو

کسی بھی رات کو میں رات یوں نہ مان سکا
کہ میرے دل کے افق سے پھوٹتی رہی پو

صدف سے تونے گہر تک سفر کیا تو کیا
گہر کے بطن میں دیکھا نہ تونے دانہ جو

خدا کے نور کو چھو کر یہ سوچتا ہوں ندیمؔ
کہاں کہاں مجھے لائی میرے خیال کی رو

ضیاء جالندھری، اقبال ایک عہد آفریں شاعر، محولہ بالا، ص:۷

اقبال ایک عہد آفریں شاعر از ضیاء جالندھری

علامہ اقبال ایک ایسے شاعر تھے جن کے آنے کے بعد شاعری کی جانچ پرکھ اور تنقید کے زاویے اور دائرے از سر نو متعین ہوئے اور پرانے زاویے، پیمانے بیکار ہوگئے۔نئے معیاران کی تخلیقات کی روشنی میں متعین ہوتے گئے۔اقبال کی شاعری کوئی عام شاعری نہ تھی بلکہ ایک تاریخ ساز عہد کی تاریخی شاعری تھی۔

"اس پائے کے شاعر کا اثر اپنے عہد اور فوراً بعد میں آنے والی نسلوں پر کتنا گہرا ہو گا۔ اس کا اثر دو طرح کا ہوتا ہے۔ایک تو ان شعرا پر جو مرعوب ہو کر نقالی پر اتر آتے ہیں اسی رنگ میں یا اس سے ملتے جلتے انداز میں لکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسرا اثر یہ کہ کھلم کھلا نہیں تو درپردہ بغاوت یا گریز کی راہ اختیار کی جاتی ہے۔اقبال کے سلسلے میں یہ دونوں رد عمل ہوئے اور کافی شدید بھی تھے۔"(۱۷)

علامہ اقبال کی شخصیت کے کئی پہلو تھے بہت سے لوگوں نے اقبال کی پیروی میں اشعار کہنے کی کوشش کی لیکن بیک وقت ایک دو پہلو سے زیادہ آگے نہ بڑھ سکیں۔موضوعات کے لحاظ سے اقبال کی پیروی سب سے زیادہ دشوار تھی اقبال کی طرح لکھنے کے لیے علمی و فکری گہرائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بہت سے شعرا نے سنجیدہ موضوعات پر نظمیں کہنا شروع کیں۔کچھ نے ان کی ہم عصری کا دعویٰ بھی کیا "سیماب اکبر آبادی اور جوش ملیح آبادی جیسے ہلکے پھلکے مزاجوں کے شعراء عمر بھر اس کوشش میں رہے کہ خود کو اقبال کے درجے کے آس پاس کہیں پہنچادیں۔اقبال کیوں کہ زندگی کا مخصوص فلسفہ رکھتے تھے۔جو ان کی عمر کے ساتھ ارتقاپذیر ہوتا رہا چنانچہ دوسرے شعرا نے بھی کوشش کی کہ اسی فلسفہ کو اپنائیں، جوش ملیح آبادی تو مختلف موضوعات کی تفہیم بھی کرتے رہے اور اقبال کی شاعری کی پیروی کرنے والے دو اہم اور قابل ذکر نام مولانا ظفر علی خان اور حفیظ جالندھری تھے۔ظفر علی خان کی شخصیت اقبال سے یوں بھی مختلف تھی کہ وہ دنیاوی طور پر صحافی تھے اور ان کی شاعری بے حد مقبول ہونے کے ساتھ دیرپا نہ تھی۔اس لیے اس کی بنیاد زندگی کا کوئی گہرا فلسفہ نہیں تھی اور حفیظ جالندھری تو کئی معنوں میں اقبال کے اتھلے مرید کہلانے کے مستحق ہیں انھوں نے شاہنامہ اسلام اور کئی دوسری نظمیں لکھیں مگر حفیظ موضوع سے زیادہ اقبال کے ان ہیتی تجربوں کی پیروی کرتے تھے ۔ حالی نے مقدمہ

پی-ایچ-ڈی کی ڈگری حاصل کی اور بیرسٹری کا امتحان بھی پاس کیا۔ وطن واپس آکر کچھ عرصہ لاء کالج میں پروفیسر بھی رہے اور پھر وکالت کرنے لگے لیکن ان کا اصل شوق وکالت نہیں بلکہ علم وادب اور ملک و قوم کی خدمت تھا۔"(۱۹)

یکم تا پندرہ اکتوبر ۱۹۷۷ء "آہنگ" کے شمارے میں پروفیسر کرار حسن کا مضمون "علامہ اقبال کا شعری کردارِ علم" کے عنوان سے شائع ہوا اس مضمون کے اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

کسی مفکر کے علم و فلسفہ کے متعلق خیالات و تصورات علمی فلسفہ حیات کا حصہ ہوتے ہیں اس لحاظ سے اہمیت و ادراک کا معنی کے لحاظ سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ علامہ اقبال کے فلسفہ میں بنیادی حقیقت کے دو پہلو ہیں بنیادی حقیقت اپنے تشخص اور انفرادیت کے اعتبار سے خودی ہے اور اپنے عمل کے حساب سے حرکت ہے۔ گلشن راز جدید میں علم کی ماہیت کے متعلق ایک پرانے سوال کا نیا جواب دیتے ہوئے اقبال بتاتے ہیں کہ:

"حیات پر نفس ایک بیتاب موجوں کا بحر رواں ہے جس نے شعور و آگہی کا کنارہ پیدا کیا ہے چونکہ شعور و آگہی کا کنارہ خود حیات کا پیدا کیا ہوا ہے اس لیے یہ کنارہ حیات کو محدود نہیں کرتا اس شعور و آگہی کے ذریعے حیات جہان کو منور کرتی ہے۔ اس کو آئین میں اسیر کر کے ناقابل تسخیر بنا دیتی ہے۔ جہان کے ذریعے زندگی اپنے آپ کو پہچانتی ہے جہاں ہم سے آزاد بھی ہے اور وابستہ بھی ہے ہماری دانش و نظر، شعور و آگہی ہی کے ذریعے اس جہان کی نور و صدا ہے۔ ہر شے مشہور موجود ہے اور ان میں ایک آئین و نظام قائم ہے۔ یہ جہاں ہمیں اپنی معرفت، خود شناسی اور آگہی میں مدد دیتا ہے" (آہنگ"، کراچی، شمارہ ۱۹، یکم تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۷ء)، ص:۷

علم کی حقیقت کیا ہے ماخذ کیا ہیں اور روحانی عمل دخل کس طرح حاصل ہے اور علم فطرتی طور پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے اس بارے میں اقبال کا نظریہ شعور و آگہی کے ذریعہ جہاں شناسی اور جہان کے ذریعے خود شناسی کا نام علم ہے۔ پروفیسر کرار حسن راقم ہیں کہ: "کلام پاک میں علم کے تین نام بتائے گئے ہیں سمع، بصر اور افادہ۔ علامہ اقبال اس حقیقت پر زور دیتے ہیں کہ اسلام میں علم کی بنیاد حسی یعنی حواس کا ادراک ہے۔ گو استقرائی طریق دریافت حقیقت اور مشاہدہ اور تجربہ کی ضرورت و اہمیت ہمارے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ کائنات کی طرف اثباتی رویہ وہ انقلابی قدم ہے جس کی وجہ سے زمانہ حال کے سائنسی اور تاریخی علم ممکن ہوئے۔ اس سے ایک طرف یونانی معقولیت کی اور دوسری طرف متصوفانہ رہبانیت کی تردید ہوتی ہے۔ کلام پاک میں فطرت کے مظاہر اور تغیرات کو آیات الٰہی بتایا گیا ہے۔ تاریخ کو قانون الٰہی کی کار فرمائی کے طور پر پیش کیا گیا ہے مادہ اور روح کی نفی کی گئی ہے۔ لیکن جہاں ماخذ سمع و بصر ہیں وہیں علم کا ماخذ افادہ یعنی دل اور قلب بتایا گیا ہے۔"(۲۱)

علم عشق کے ساتھ ہے تو وہ نور ہے۔ اگر علم نے عشق کے ساتھ قطع تعلق کر لیا تو وہ نہ ہے اگر علم کے اندر عشق کا دردِ دل پیدا ہو جائے تو آسمان کے نیچے بہشت جاوداں کی تعمیر ممکن ہے پروفیسر کرار حسین مزید علم کی طاقت بیان کرتے ہوئے علامہ اقبال کے شعری کردار علم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"علم کا عشق سے واسطہ نہ ہو تو پھر وہ سحر سامری اور افسوں گری سے زیادہ کچھ اور نہیں۔ اگر علم سوز دل کے بغیر ہے تو شر ہے اس کا نور بحر و بر کی تاریکی ہے علم کو اگر بدن کی خواہشات اور شہوت کے لیے استعمال کیا جائے تو وہ سانپ ہے۔ علم اگر دل کے تقاضوں اور بلند مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی دوست نہیں۔ اگر علم اور عشق کا ساتھ ہے تو علم خود ہی اپنا راستہ ہے اور خود ہی اپنا رہبر اور خود ہی اپنے بتوں کا ابراہیمؑ ہے۔"(۲۲)

ریڈیو پاکستان کا جریدہ "آہنگ" ۱۶ تا ۳۱ اکتوبر ۱۹۷۷ء کی اشاعت میں مضمون شاعر مشرق کے سلسلے کے تحت مکتوبات اقبال شائع ہوا جس کو شفیع صابر نے تحریر کیا اقتباسات درج ذیل ملاحظہ کیجیے۔

مکتوبات ایسی صنف ہے جس میں مکتوب نگار کی پوری شخصیت کھل کر سامنے آجاتی ہے جبکہ شعری کلام پر رمز وایمائیت کی دیوار حائل ہوتی ہے۔ مکتوبات برجستگی، بے تکلفی، سچائی اور بے ساختگی کا اظہار ہوتے ہیں اس لیے مکتوبات کے آئینہ میں مکتوب نگار کا عکس واضح اور صاف نظر آتا ہے۔ علامہ اقبال کے مکتوبات میں بے حد تنوع پایا جاتا ہے اور ان میں ہر طبقہ فکر کے لوگوں کے لیے دل چسپی کے لوازم موجود ہیں۔ علامہ کے یہ خطوط و مکتوبات ادبا اور شعرا کے نام بھی ہیں۔ اس کے علاوہ سیاستدانوں، علمائے اسلام، علمی دوست حضرات، فلسفیوں، مستشرقین، دوست احباب، عقیدت مندوں اور کلام اقبال کے شیدائیوں کے نام بھی علامہ نے مکتوب تحریر فرمائے جن میں وہ مخاطب سے اس کی ذہنی سطح اور استطاعت اور ان کے پسندیدہ موضوع پر بات کرتے دکھائی دیتے ہیں لیکن سب مکتوبات میں ایک قدر مشترک ہے۔ بقول مضمون نگار شفیع صابر: "مکتوبات اقبال میں نشاۃ ثانیہ کا وہ جذبہ ہے جس سے کام لے کر اقبال نے ملت اسلامیہ ہندیہ میں نئی روح پھونکی اور جس کے تحت پاکستان کا قیام ممکن ہوا گویا دوسرے کلام نثر و نظم کی طرح اقبال کے مکتوبات بھی مقصدیت اور افادیت کا پہلو لیے ہوئے ہیں۔ اقبال کے سامنے ایک پیغمبرانہ مشن تھا وہی مشن جسے ۱۹۱۹ء میں سید سلیمان ندوی کو ایک مکتوب میں یوں واضح کیا۔ شاعری میں لٹریچر بہ حیثیت لٹریچر کے کبھی میرا مطمع نظر نہیں رہا فن کی باریکیوں کی طرف توجہ کرنے کے لیے وقت ہی نہیں۔ مقصود صرف یہ ہے کہ خیالات میں انقلاب پیدا ہو۔"(۲۳)

۱۰ نومبر ۱۹۱۹ء میں ایک دوسرے خط میں سید سلمان ندوی کو اپنی شاعری اور مقصد حیات کو اس طرح بیان کرتے ہیں: "مقصود اسلامی حقائق کی اشاعت ہے"(۲۴)

اسلامیہ ہندیہ کی نشاۃ جدید کے مفکر ہیں انھوں نے مسلمانوں کی باعظمت باز آفرینی کا عزم اور حوصلہ پیدا کیا۔ ان میں ایک نئی روح پھونک دی۔"(۳۰)

پنڈت جواہر لال نہرو کو اسلام اور اسلامی تعلیمات کے بارے تضاد اور تفرقے کا احساس جاگ اٹھا تو اقبال نے اس کے جواب میں نہرو سے عرض کیا: "انسانیت کے نام اسلام کا عمرانی پیغام یہی ہے کہ نسلی امتیازات مٹا دو"("آہنگ"، کراچی، شمارہ ۲۰، (۱۷ تا ۳۱، اکتوبر ۱۹۷۷ء)

کج فہمی اور لاعلمی کی نظر سے اسلامی سیاست کو جب پرکھا جانے لگا تو ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو اقبال نے خواجہ السیدین کے نام مکتوب میں روحانیت کی ضرورت اور عظمتِ اسلام کچھ اس طرح بیان فرمائی: "میں مسلمان ہوں اور مسلمان مروں گا میرے نزدیک تاریخ انسانی کی مادی تعبیر سراسر غلط ہے روحانیت کا میں قائل ہوں مگر صرف اور صرف روحانیت کے قرآنی مفہوم کا باقی رہا سوشلزم تو اسلام خود ایک قسم کا سوشلزم ہے جس سے اسلامی سوسائٹی نے آج تک بہت کم فائدہ اٹھایا ہے۔"(۳۲)

علامہ اقبال نے مارچ ۱۹۳۷ء کو اپنی بے پناہ فہم وفراست سے کام لیتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح کو لکھا: "ایشیا میں اسلام کے اخلاق اور سیاسی اقتدار کا دارومدار تمام تر ہندوستانی مسلمانوں کی مکمل تنظیم پر ہے۔"(۳۳)

ریڈیو پاکستان کے جریدے "آہنگ" کا اقبال نمبر خاص طور پر علامہ اقبال کے جشن ولادت کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر جاری ہوا جو کہ ۱۹۷۷ء میں منائی گئی جشن ولادت اقبال کے سلسلے میں ریڈیو پاکستان اور اس کا رسالہ "آہنگ" ۱۹۷۷ء کے سال کا جائزہ۔ نومبر ۱۹۷۷ء کے اقبال نمبر کی منظومات و نگارشات درج ذیل تھیں:

۱- مطالعہ اقبال اہم تصانیف از ڈاکٹر ممتاز منگلوری
۲- مکاتیب قبال از جمیل جالبی
۳- اقبال ایک عہد آفریں شاعر از جوش ملیح آبادی
۴- اقبال کے ناقدین از شر رنعمانی
۵- سال نو کا پیغام ریڈیو لاہور نشر مقرر یکم جنوری ۱۹۳۸ء
۶- علامہ اقبال اور راس مسعود از عبدالمجید قریشی
۷- اقبال اور سید سلمان ندوی از محمد معزالدین
۸- "اقبال اور رومی" ریڈیو نشر شدہ مذاکرہ: شرکاء: صوفی غلام مصطفیٰ تبسم ، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر محمد باقر
۹- کتابوں پر تجزیہ و تبصرہ از ڈاکٹر معزالدین (پی بی سی لاہور)
۱۰- جشن اقبال از پی بی سی کی نشریات
۱۱- علامہ اقبال کا بچپن از شاہد ہاشمی

۲۰ اگست ۱۹۲۵ء کو علامہ نے ایک مکتوب میں یہی بات یوں دہرائی کہ: "فن شاعری سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہاں بعض مقاصد کا خاص خیال رکھتا ہوں جن کے بیان کے لیے اس ملک کے حالات روایات کے مطابق میں نے نظم کا طریقہ اختیار کیا ہے۔"(۲۵)

درحقیقت اقبال کو قوم کی فکر لاحق رہی کسی بھی فلسفی، شاعر، محقق اور قوم کے رہنما اہل قلم نے قومی و ملی شاعری سے قوم کے حال و مستقبل پر اتنا اثر نہیں ڈالا جتنا اقبال قوم کے دکھوں کے مداوے میں تڑپا ہے۔ قوم و ملت کے دردوسوز اور تڑپ کو ایک مکتوب محررہ ۱۹۲۱ء میں یوں بیان کرتے ہیں۔

"میں سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں مملکت اسلامیہ کے موجودہ حالات دیکھ کر انتہائی اضطراب پیدا ہو رہا ہے یہ بے چینی یہ اضطراب محض اس وجہ سے ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ نسل گھبرا کر کوئی اور راہ نہ اختیار کرلے۔ حال ہی میں ایک تعلیم یافتہ عرب کے ساتھ ملنے کا اتفاق ہوا فرانسیسی خوب بولتا تھا۔ مگر اسلام سے قطعاً بے خبر تھا۔ اس قسم کے واقعات مشاہدہ میں آتے ہیں تو سخت پریشانی ہوتی ہے۔"(۲۶)

۵ جنوری ۱۹۳۰ء کو مولانا عبدالمجید کو خط لکھتے ہیں اور نوجوانوں کے بارے میں خاص فکر مندی اور اضطراب میں مبتلا ہیں۔ مسلمان نوجوانوں کے دلوں میں اسلام کے لیے تڑپ ہے لیکن افسوس کہ ہم میں کوئی آدمی نہیں جس کی زندگی قلوب پر مؤثر ہو۔

۱۹۳۷ء میں چودھری نیاز علی کو ایک محررہ خط میں اس فکر مندی کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں: "اسلام کے لیے اس ملک میں نازک زمانہ آرہا ہے جن لوگوں کو کچھ احساس ہے ان کا فرض ہے کہ اسلامی اقدار کی حفاظت کے لیے ہر ممکن کوشش کریں۔ عوام میں جذبہ موجود ہے لیکن ان کا کوئی بے غرض رہنما موجود نہیں۔(۲۷)

اقبال ۱۹۳۶ء میں نظام تعلیم کے بارے میں مولانا ظفر احمد صدیقی کو راقم ہیں خط کے جواب میں: "جب انسان میں خوئے غلامی واضح ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم کے بارے میں بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس پر مقصد قوت نفس اور روح انسانی کا ترفع ہو۔"(۲۸)

مولانا حسین احمد مدنی کے اس بیان پر جس میں انھوں نے قومیت کی بنیاد وطن کو قرار دیا، اقبال ہر محاذ پر دین اسلام کا دفاع کرتے رہے اور ہر خطرے سے ملت اسلامیہ کو آگاہ کیا۔ اقبال اپنا نکتہ نظر بلکہ اسلامی نکتہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "مسلمان ہونے کی حیثیت سے غلامی کے بت توڑنا اور اس کے اقتدار کا خاتمہ کرنا ہمارا فرض ہے۔ لیکن اس آزادی سے ہمارا اولین مقصد یہی ہے اسلام قائم ہو اور مسلمان غالب رہے۔"(۲۹)

قائد اعظم محمد علی جناح نے بھی اقبال کی فکری بصیرت کا اظہار تحریک آزادی کے پیش نظر کچھ ان الفاظ میں کیا: "ہر بڑی تحریک کا ایک مفکر ہوتا ہے اور اقبال ملت

نازشِ شرق تھا تو، شاعرِ بے باک تھا تو　　قلبِ شوریدہ تھا تو، دامنِ صد چاک تھا تو
بارگاہوں کی بلندی تھی تیرے زیرِ قدم　　ذرہ خاک تھا، ہم رتبہ افلاک تھا تو
خامہ آسودہ توصیف فریدوں نہ ہوا　　دامنِ عصمت مریم کی طرح پاک تھا تو
ہر طرف پھیلے تھے، منحوس خزاں کے سائے　　پیار سے روٹھی بہاروں کو منایا تو نے
خونِ دل دے کے گلستان کو سجایا تو نے
دردِ دل اپنا زمانے کے لیے عام کیا　　طالب جاہ نہ تھا تیرا فقیرانہ مزاج
تجھ کو نفرت تھی زر و سیم کے ایوانوں سے　　ایک شاعر کی طرف سے ہے یہ شاعر کو
یہ قصیدہ نہیں اظہارِ حقیقت ہے فقط　　خراج"

("آہنگ"، کراچی، شمارہ ۲۰،(۱۷تا۳۱،اکتوبر۱۹۷۷ء)

"آہنگ" کے اس پرچے میں اقبال کی حیات و خدمات کے سلسلے میں بہت کچھ اشاعت پذیر ہوا لیکن اقبال کی فقید المثال شخصیت کا کام اور پیغام کا احاطہ کرنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے اقبال ہمہ وقت کئی خوبیوں اور صفات کے مالک تھے۔

"شاعر مشرق "عنوان کے تحت اقبال کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے فارغ بخاری کی نظم شائع ہوئی نمونے کے اشعار ملاحظہ کیجیے۔

مطالعۂ اقبال اہم تصانیف از ڈاکٹر ممتاز منگلوری

ڈاکٹر ممتاز منگلوری نے علامہ اقبال پر تحریر کی جانے والی اہم کتب اور تصانیف کا ذکر اس مضمون میں کیا ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال پر سینکڑوں کتب اور ہزاروں مقالات ان کے زیادہ تر فکر و فن پر تحریر کیے جا چکے ہیں۔ تصانیف میں سے اکثر اقبال کے فکر و فن یا کسی ایک پہلو کے متعلق ہیں:

اقبال اور احیائے دین از خالد علوی
اقبال اور تحریک پاکستان از عاشق حسین بٹالوی
اقبال جمالیات از نصیر احمد ناصر
اقبال کا تصور خودی از ڈاکٹر عابد حسین
اقبال کا تصور عشق از ڈاکٹر غلام عمر خان
علم کلام از علی عباسی جلال پور
اقبال کا فلسفہ خودی اور تصور آخرت از پروفیسر فروغ احمد

بعض کتابیں کسی ایک نظم یا چند مطبوعات کی توضیح و تفسیر سے متعلق ہیں۔ علامہ کی بعض کتب بعض کتابوں کے لیے شرح کا درجہ رکھتی ہیں اس کے علاوہ دیگر غیر ملکی زبانوں میں ترجمے بھی ہوئے اور شرحیں بھی لکھی گئیں مولانا غلام رسول مہر، یوسف سلیم چشتی نے اقبال کی کتابوں کی شرحیں لکھیں۔ علامہ کی کچھ تصانیف کا دنیا کی بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہوا مثلاً "اسرار خودی کے بنگالی میں دو منظوم اور دو نثری ترجمے، سندھی میں ایک اور کشمیری میں ایک منظوم ترجمہ ہوا، اسرار اور رموز کا عربی ترجمہ قاہرہ سے شائع ہوا۔ ارمغانِ حجاز کا بنگالی، پشتو، پنجابی اور ترکی میں ترجمہ ہوا۔ بالِ جبریل کا پشتو اور جرمن میں ترجمہ ہوا اور مثنوی پس چہ باید کرد کا پشتو میں ترجمہ ہوا، پیامِ مشرق کا انگریزی چیک سلواکین، ترکی، جرمن اور گجراتی میں ترجمہ ہوا، جاوید نامہ کا اردو اور پشتو میں ترجمے ہوئے۔ ضربِ کلیم کا پشتو اور ترکی میں ترجمہ ہوا۔ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کا پشتو، ترکی، عربی میں ترجمہ ہوا۔ اس کے علاوہ متعدد نظموں کے الگ الگ متعدد زبانوں میں ترجمے ہوئے۔ بعض ادبی رسائل نے مختلف اوقات میں اقبال نمبر شائع کیے جن میں رسالہ اردو، نیرنگ خیال، ماہ نو، ادبی دنیا، سیارہ، صحیفہ اور نگار کے نمبر اہمیت رکھتے ہیں۔ نیز بعض رسائل اقبال کے فکر و فن کے مختلف پہلوؤں پر مستقل مضامین شائع کرتے رہتے ہیں۔ انھیں حکومت کی طرف سے مالی امداد بھی ملتی ہے ان میں مجلہ اقبال لاہور، اقبال ریویو اور اقبال اکیڈمی کراچی"(۳۵)

اردو کے علاوہ بہت سی دوسری زبانوں میں بھی اقبال کی سیرت اور فکر و فن پر کتابیں لکھی گئیں جو کہ انگریزی زبان میں ہیں

پروفیسر عبداللہ بیگ: POET OF THE EAST
ایس اے وحید: IQBAL HIS ART AND THOUGHT
بشیر احمد ڈار: A STUDY IN IQBAL
ایم ایم شریف: ABOUT IQBAL AND HIS THOUGHT
ڈاکٹر میری شمل: GAB RIELS WING

بنگالی میں مولانا عبدالرحیم: اقبال کی سیاسی فکر، فارسی میں ڈاکٹر عبداللہ عبدالمجید عرفانی کی کتاب: رومی عصر، در راہ مولوی اہم ہیں۔ عربی میں پانچ کتابیں قابل ذکر ہیں جن میں سے ایک قاہرہ، ایک دمشق سے اور ایک بصرہ سے شائع ہوئیں۔(۳۶)

فلسفہ قبال کے فکر و فن پر ہزاروں کتب تصنیف ہوئیں لیکن چند اہم کتب خاصی اہم تھیں ان میں درج ذیل کا ذکر اقبالیاتی ادب سے دل چسپی رکھنے والے قارئین کے لیے اہم ہو گا۔ بیان کردہ کتب اقبالیاتی ادب میں بیش بہا اضافہ اور بڑی اہمیت کی حامل کتب ہیں۔ جن سے اقبال کے فکروفن اور فلسفہ کے حوالے سے قارئین کو استفادہ کرنا چاہیے:

۱-پروفیسر طاہر فاروقی از سیرت اقبال
۲-اکبر علی فوق از اقبال اور اس کی شاعری اور اس کا پیغام
۳-سید عابد علی عابد　از شعر اقبال
۴-عبدالسلام ندوی از اقبال کامل
۵-عبدالمجید سالک　از ذکر اقبال
۶-خلیفہ عبدالحکیم از فکر اقبال
۷-شاہ محمد عبدالغنی　از قرآنی تصوف اور اقبال
۸-عبدالرحمٰن طارق از جہان اقبال، معارف اقبال، اشارات اقبال اور جوہر اقبال
9۔ڈاکٹر یوسف حسین خان از روح اقبال

تصنیف "روح ادب" کی مداح سراہی میں آرزو کا اظہار کیا کہ کاش کبھی آپ میں اور اقبال میں یکجائی پیدا ہو جائے۔

یہ غالباً ۱۹۲۱ء کی بات ہے کہ اکبر الہ آبادی کی یہ تمنا کبھی بر نہیں آئی البتہ جب روح ادب شائع ہوئی تو اقبال نے اس کی تعریف میں ایک لمبا چوڑا خط لکھ کر نصیحت فرمائی کہ میں ٹیگور اور حافظ کی روش سے کٹ کر عقلی شاعری کی طرف آجاؤں اور صوفیانہ شاعری ترک کر دوں لیکن جب زمانہ دراز کے بعد میں عقلی شاعری کی طرف مائل ہوا تو یہ دیکھ کر مجھ کو حیرت ہوئی کہ وہ تصوف کی جانب مڑ گئے ہیں اور میں سن ہو کر رہ گیا۔

دوش از مسجد سوے میخانہ آور پیرما   چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیرما [۴۰]

جوش ملیح آبادی علامہ اقبال کے احوال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ک جب اقبال سے پہلی ملاقات لاہور میں ہوئی توکسمپرسی کی حالت میں انھوں نے کہا: "میاں جوش آج ہمارا ڈے منایا جارہا ہے اور میری جیب اس قدر خالی ہے کہ دوا، غذا کا بھی بندوبست نہیں کر سکتا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان کی یہ بات سن کر میرے آنسو بہنے لگے تھے۔ انھوں نے مجھے گلے سے لگالیا تھا۔ اقبال سے دوسری ملاقات بھی لاہور میں ہوئی ایک روز طلوع سے بیشتر ٹہلتا ہوا ان کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ وہ قرآن پاک پڑھ کر زار زار رو رہے ہیں۔" [۴۱]

اقبال اور اقبال کی شاعری آفاقی تھے لیکن انھیں آبائی اثرات نے اسلامی شاعر بنا دیا دراصل یہ اثرات ان کے خون میں شامل تھے۔:" انھوں نے تصوف کا نام بدلا اور حرکی تصوف قرار دیا اس سے ان کی مقبولیت بڑھی۔ کچھ ادیب اور شاعر بالخصوص میرے ایک دوست اسد ملتانی تو اقبال ہی کے رنگ میں رنگ گئے۔" [۴۲]

۴- اہم مضمون "آہنگ" نومبر ۱۹۷۷ء کو اشاعت پذیر ہوا "اقبال کے ناقدین" شیخ عبدالقادر، ڈاکٹر سید عبداللہ اس کے اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

شیخ عبدالقادر:

علامہ کے ناقدوں میں بڑے بڑے مشرق و مغرب کے جید عالم شامل تھے۔ ان اہل علم اور مفکرین میں ڈاکٹر سید عبداللہ اور سر شیخ عبدالقادر کا نام سر فہرست ہے۔ سر شیخ عبدالقادر کو اس حوالے امتیازی حیثیت حاصل ہے کیوں کہ علامہ اور شیخ عبدالقادر کا تعلق شروع ہی سے لاہور کی درسگاہوں سے جڑا ہوا تھا اور وہ ایک دوسرے کے عصری فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ علامہ کا کلام اور تحریریں سر شیخ عبدالقادر کے رسالے مخزن میں شائع ہونا شروع ہوئی تو اقبال کی فکری میلان کا آغاز ہوا اور علامہ روایتی اور وطنی شاعری کو ترک کر کے قومی، ملی، فکری اور مقصدی شاعری کی طرف راغب ہوئے۔ سر عبدالقادر علامہ کے پہلے نقاد ہیں "انھوں نے علامہ اقبال کے پہلے مجموعہ کلام "بانگ درا" کا دیباچہ تحریر کیا وہ مختصر ہونے کے باوجود نہایت جامع ہے اور اس میں ہمیں اقبال کی شخصیت ان کے اساتذہ اور ان کی اردو،

۱۰- عزیز احمد خان از اقبال کی تشکیل نو

۱۱- سید نذیر نیازی از اقبال کے حضور

۱۲- سید وحید الدین از روز گار فقیر

۱۳- پروفیسر فرحان از اقبال اور تصوف

۱۴- ڈاکٹر سید عبداللہ از مقامات اقبال [۳۷]

2- "مکاتبِ اقبال" از جمیل جالبی

خط اہمیت کی حامل ایک ایسی نجی تحریر ہے جس میں لکھنے والا براہ راست دوسرے فرد سے مخاطب ہوتا ہے اور اس میں کوئی تیسرا فرد شریک نہیں ہوتا خط کی مختصر طور پر زندگی خط لکھنے والے سے شروع ہوتی ہے اور پڑھنے والے فرد پر ختم ہو جاتی ہے۔ دنیا کی بڑی آبادی خط کے ذریعے اپنے خیالات، جذبات اور پیغامات عزیزوں، دوستوں اور رشتے داروں کو پہنچاتی ہے۔ اقبال کا شمار جب مشاہیر میں ہونے لگا تو لوگوں نے اقبال کی جانب سے لکھے جانے والے خطوط کی اہمیت کو سمجھا اور ان خطوط کو تلاش کر کے محفوظ کیا۔ علامہ اقبال کا سب سے پرانا خط جو اب تک دستیاب ہے وہ ۲۸ فروری ۱۸۹۹ء مولانا احسن مارہروی کو لکھا گیا اس وقت اقبال زیر تعلیم تھے گورنمنٹ کالج لاہور میں جب کہ ان کی رہائش بورڈنگ میں تھی یہ بھی معلوم ہوا کہ اقبال کو ادب سے فطری لگاؤ تھا۔ اس وقت علامہ اشعار داغ دہلوی کی پیروی میں کہتے تھے۔ خط کا اقتباس درج ذیل تھا:

"مکرمی جناب مہر صاحب السلام علیکم!

دونوں رسالے پہنچے سبحان اللہ نواب صاحب کی غزل کیا مزے کی ہے۔ افسوس ہے کہ میں نے آپ کے گلدستہ کو کوئی غزل نہیں بھیجی انشاء اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد باقاعدہ ارسال کیا کروں گا ایک تکلیف دیتا ہوں اگر آپ کے پاس استاذی حضرت داغ کی تصویر ہو تو ارسال فرمایئے گا۔ کہاں مل سکتی ہے میں نے تمام بڑے بڑے شعراء کی فوٹو جمع کرنا شروع کی ہیں۔ چنانچہ انگریزی، جرمن، فرنچ شعرا کے فوٹو کے لیے امریکہ لکھا ہے غالباً کسی نہ کسی استاد بھائی کے پاس تو حضرت کا فوٹو ضرور ہو گا۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو از راہِ عنایت جلد مطلع فرمایئے، حضرت امیر مینائی کے فوٹو کی بھی ضرورت ہے" [۳۸]

شاعری ذوق کا نام ہے اور پڑھنے والے میں بھی ذوق وشوق ہوتا ہے جس سے وہ محظوظ ہو، علامہ ایک خط میں ذوق شاعری کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "شعر کا صحیح ذوق شاعری سے کم نہیں بلکہ کم از کم ایک اعتبار سے اس سے بہتر ہے محض ذوق شعر رکھنے والا شعر کا ویسے ہی لطف اٹھا سکتا ہے جیسا کہ خود شاعر" ("آہنگ"، کراچی، شمارہ، ۲۰، (۱۷ تا ۳۱، اکتوبر ۱۹۷۷ء)

۳- "اقبال ایک عہد آفریں (آفرین) شاعر" از جوش ملیح آبادی: جوش ملیح آبادی علامہ کے ہم عصر شاعر تھے وہ فرماتے ہیں کہ اکبر الہ آبادی نے میری پہلی

فارسی شاعری کی ابتدا اور ارتقا کے بارے میں اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ سر شیخ عبدالقادر بیسویں صدی کے ممتاز نقاد اور ادیب تھے۔ انگلستان میں بیرسٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے لاہور میں وکالت کا پیشہ اختیار کیا اور رفتہ رفتہ بہاول پور میں ہائی کورٹ کے جج کے عہدے تک پہنچے۔ شیخ عبدالقادر کو اردو زبان و ادب سے والہانہ محبت تھی پاکستان کے قیام کے بعد جب پنجاب یونیورسٹی نے اردو میں ایم اے کی کلاسز شروع کی تو شیخ عبدالقادر نے اعزازی پروفیسر کی حیثیت سے کئی سال تک درس دیا۔ آپ کا انتقال ۱۹۵۰ء میں ہوا"[۴۳]

ڈاکٹر سید عبداللہ:

بیسویں صدی کے نصف میں جن نقادوں نے علامہ پر کام کیا ان میں ایک قد آور نام ڈاکٹر سید عبداللہ کا تھا سید عبداللہ کا تعلق صوبہ خیبر پختونخواہ کے ضلع ہزارہ سے تھا۔ لڑکپن میں اپنی تعلیم کا ذوق لاہور لے آیا جہاں انھوں نے ملازمت کے ساتھ تعلیم بھی جاری رکھی اور آخر پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ کی ڈگریاں حاصل کر کے علمی دنیا میں امتیاز حاصل کیا۔ ڈاکٹر عبداللہ مختلف حیثیتوں سے اورینٹل کالج لاہور اور پنجاب یونیورسٹی سے وابستہ چلے آرہے تھے اور اپنے تدریسی اور ادبی مرتبے کی وجہ سے سارے برصغیر میں ممتاز اور معروف ہیں۔ چنانچہ سید عبداللہ نے اقبالیات کے موضوع پر بے شمار لیکچر دیے جن میں سے کچھ لیکچر کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ بقول شرر نعمانی: "ڈاکٹر سید عبداللہ کا ۳۱ مضامین پر مشتمل مجموعہ مسائل اقبال کے نام سے شائع ہوا تھا۔ یہ اقبالیات کے موضوع پر گراں قدر اضافہ ہے اور مطالعہ اقبال کی بہت سی اطراف مہیا کرتا ہے اس کے بیشتر مضامین میں ایسے مسائل سے تعلق رکھتے ہیں جن کا تعلق مشرقیات سے ہے۔ مثلاً ڈاکٹر عبداللہ نے اقبال کے فکر و اسلوب کے تقریباً وہ تمام سرچشمے بیان کیے ہیں جن کا مغربی حکمت سے کوئی واسطہ نہیں اس ذیل میں رومی، حافظ، نظیری، ابوالکلام، سنائی، عطار، بیدل، عراقی اور غالب سب کے سب کسی نہ کسی صورت میں جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ اس مجموعہ میں شامل مضامین ہیں ان سے اقبال کی تقریباً تمام مسلمہ حیثیتوں کا تعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔ مثلاً اقبال کا پسندیدہ انسان، اقبال کا نظریہ علم اور اقبال کا برتر معاشرہ کے عنوان سے مضامین ملتے ہیں ان سے اقبال کو ایک مفکر کی حیثیت سے جانچا جا سکتا ہے "اقبال کا ادبی فن" اور "اقبال کی اردو نثر" جیسے مضامین اقبال کی ادبی حیثیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اقبال شیدائے فطرت اور اقبال جن کے مطالعۂ فطرت میں ایسے مضامین ہیں جن کے مطالعہ سے اقبال کو ایک جدید شاعر کی حیثیت سے پرکھا جا سکتا ہے۔ ولی سے اقبال تک ڈاکٹر سید عبداللہ کی وہ تصانیف ہے جس میں سب سے پہلے ایک مضمون میں اقبال کے سیاسی تفکر کا حکیمانہ انداز میں جائزہ لیا گیا ہے"[۴۴]

5- "سال نو کا پیغام" کے عنوان سے مضمون جریدہ "آہنگ" نے نومبر ۱۹۷۷ء میں شائع کیا:

یہ علامہ کی تقریر تھی جو علامہ اقبال نے جب ریڈیو اسٹیشن لاہور کا آغاز ۱۶ دسمبر ۱۹۳۷ء کو ہوا تو نئے سال کی آمد کے موقع پر ریڈیو سے وابستہ حکام نے علامہ سے نئے سال کے لیے ریڈیو لاہور سے پیغام جاری کرنے کی درخواست کی اس وقت علامہ گلے کی تکلیف میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اپنی آواز میں پیغام تو نشر نہ کروا سکے لیکن ان کا تحریر کیا ہوا پیغام سال نو کی مناسبت سے عبدالمجید سالک کی آواز میں نشر کیا گیا۔ یکم جنوری ۱۹۳۸ء کو ریڈیو لاہور سے نشر ہونے والا علامہ کا آفاقی پیغام نومبر ۱۹۷۶ء کو دوبارہ ریڈیو لاہور سے نشر کیا گیا۔ علامہ اقبال نے نئے سال کی مناسبت سے فرمایا: "جو سال گزر چکا اس کو دیکھو اور نوروز کی خوشیوں کے درمیان بھی دنیا کے واقعات پر نظر ڈالو تو معلوم ہو گا کہ اس دنیا کے ہر گوشہ میں چاہے وہ فلسطین ہو یا حبش ایک قیامت برپا ہے۔ لاکھوں انسان بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارے جا رہے ہیں۔ سائنس کے تباہ کن آلات سے تمدنِ انسانی کے عظیم الشان آثار کو معدوم کیا جا رہا ہے اور جو حکومتیں فی الحال آگ اور خون کے اس کے تماشے میں عملاً شریک نہیں ہیں وہ اقتصادی میدان میں کمزوروں کے خون کے آخری قطرے تک چوس رہی ہیں۔" ("آہنگ"، کراچی، شمارہ ۲۰، (۱۷ تا ۳۱، اکتوبر ۱۹۷۷ء)

اقبال آگے چل کر رقم کرتے ہیں کہ انسان، انسان کا دشمن بنا ہوا ہے اس کا سبب رنگ، نسل، زبان اور مذہب مشترک ہونے کے باوجود اقتصادی مسائل نے انسان کو الجھایا ہوا ہے اور انسانی تہذیب و تمدن کا خود نام و نشان مٹا رہا ہے۔۔ علامہ اقبال اس تقریر میں راقم ہیں "ہم نے نہیں دیکھا کہ ہسپانیہ کے باشندے ایک نسل، ایک زبان، ایک مذہب اور ایک قوم رکھنے کے باوجود اقتصادی مسائل کے اختلاف پر ایک دوسرے کا گلہ کاٹ رہے ہیں اور اپنے ہاتھوں اپنے تمدن کا نام و نشان مٹا رہے ہیں اس ایک واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قومی وحدت بھی ہرگز قائم و دائم نہیں رہ سکتی۔ وحدت صرف ایک ہی معتبر ہے اور وہ ہے بنی نوع انسان کی وحدت جو رنگ و نسل اور زبان سے بالاتر ہے جب تک اس نام نہاد جمہوریت اس ناپاک قوم پرستی اور اس ذلیل ملوکیت کی لعنتوں کو مٹایا نہ جائے گا اس وقت تک انسان اس دنیا میں فلاح و سعادت کی زندگی بسر نہ کر سکے گا۔ نئے سال کی ابتدا اس دعا کے ساتھ کرنی چاہیے کہ خداوند کریم حاکموں کو انسانیت اور بنی نوع انسان کی محبت عطا فرمائے۔"[۴۶]

۶-"علامہ اقبال اور راس مسعود" از عبدالمجید قریشی

"علامہ اقبال اور سر راس مسعود" نومبر ۱۹۷۷ء کے شمارے "آہنگ" میں شائع ہوا۔ سر راس مسعود سر سید احمد خان کے پوتے اور جسٹس محمود کے بیٹے تھے۔ راس مسعود علامہ سے بڑی گہری اور فکری عقیدت رکھتے تھے بقول عبدالمجید قریشی:

"ایک مرتبہ دونوں حضرات کے درمیان بیت بازی کا مقابلہ ہوا اور شرط یہ تھی کہ اشعار علامہ ہی کے ہوں گے چنانچہ رات کے آٹھ بجے سے یہ مقابلہ شروع ہوا اور دس بجے ختم ہوا۔ شروع شروع میں علامہ نے اپنے اشعار تیزی کے ساتھ سنائے

سید سلمان ندوی کا شمار اردو ادب، تاریخ، مذہب، ثقافت، تحقیق، سوانح اور تفسیر لکھنے والوں میں تھا۔ علامہ سید سلمان ندوی، مولانا شبلی نعمانی کے شاگرد بلکہ جانشین اور علامہ اقبال کے چند گنے چنے معاصرین میں سے تھے۔ جنھوں نے اقبال پر تنقید بھی کی اور ان کی تعریف و تحسین بھی۔ علامہ پر اپنے رسالہ "معارف" میں لکھتے تھے جب علامہ اقبال کی مثنوی رموز بے خودی اشاعت پذیر ہوئی تو سید سلمان ندوی، رسالے "معارف" میں اپریل ۱۹۱۸ء میں راقم ہیں۔ بقول محمد معزالدین:

"مولانا نے کائنات کے اسرار و حقائق کی تعلیم و تلقین کے چار راستے بتائے ہیں مذہب، فلسفہ، تصوف اور شاعری اور اس کا تجزیہ کرتے ہوئے اور تاریخی ارتقا بتاتے ہوئے آپ نے لکھا کہ مختلف راستے الگ الگ تھے مگر بعد میں عجمی صوفیوں کے زیر اثر مذہب شعری، فلسفہ اور تصوف سب کا ایک آمیزہ تیار ہو گیا ان کا خیال ہے کہ اس میں حکیم سنائی نے ابتدا کی اور مولانا روم نے اسے عروج و کمال بخشا بقول مولانا چوتھی صدی سے لے کر دسویں صدی کے شعرا باطن نے ہم کو جو کچھ سمجھایا قرآن پاک اور حدیث قدسی کی جو کچھ تفسیریں انھوں نے بیان کی ہمارے عالمانہ غیظ و غضب فاتحانہ جوش و خروش اور مجاہدانہ زور و قوت کو اعتدال پر لانے کے لیے ضروری تھا۔ اب حالات یہ ہیں کہ ہمارے خون کی گرمی محکومانہ برودت سے بدل گئی ہے ہماری قوم میں مفتوحانہ ضعف آگیا ہے اس صورت میں اگر پورے نسخے کا استعمال جاری رہتا تو برد اطراف کے بعد شاید وہ بردہ قلب کا باعث ہو جاتے اس لیے ضروری تھا کہ ہمارے اہل دل شعرا مثنوی مولانا روم کا ایک دوسرا نسخہ تیار کریں۔ ڈاکٹر اقبال کو اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے چن لیا اس مقصد کے پیش نظر انھوں نے دو مثنویاں لکھیں۔ "اسرار خودی" اور "رموزِ خودی" ("آہنگ"، کراچی، شمارہ ۲۰، (۱۷ تا ۳۱، اکتوبر ۱۹۷۷ء)

علامہ اور مولانا کی علم دوستی کے سبب آج ہم پر علم و آگہی کے سینکڑوں راستے کھلتے ہیں۔ چاہے وہ ادبی علم ہو یا مذہبی علامہ اور مولانا ایک دوسرے کے علم سے استفادہ کرتے تھے۔ بعض ایسے مذہبی امور میں جہاں علامہ کو شک پڑتا تو وہ مولانا کی طرف رجوع کرتے تھے۔ بقول محمد معزالدین علامہ اپنے ایک خط مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۱۹ء لکھتے ہیں: "دریافت طلب امر یہ ہے کہ مؤکلین وکلا کے پاس جب مقدمات کی پیشی کے لیے آتے ہیں تو ان میں بعض پھل، پھول اور تحائف مٹھائی کی صورت میں لے آتے ہیں یہ ہدیہ فیس مقررہ کے علاوہ ہوتا ہے کیا یہ مال مسلمان کے لیے حلال ہے معلوم نہیں مولانا ندوی نے کیا جواب دیا۔ مگر اس سے اتنا تو اندازہ ہوتا ہے علامہ مولانا کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔" (۵۲)

۸۔ ریڈیو مذاکرہ اقبال اور رومی

لیکن آہستہ آہستہ ان کی رفتار مدھم ہوتی گئی۔ ادھر سر راس مسعود کے حافظے کا یہ حال تھا کہ وہ پوری روانی کے ساتھ علامہ کے اشعار سنا رہے تھے آخر کار علامہ نے ان کے حق میں فیصلہ دے دیا اور اس امر کا اعتراف کیا کہ انھیں اپنے اشعار یاد نہیں" (۴۷)

علامہ اقبال اور سر راس مسعود کے درمیان تعلقات ۱۹۲۹ء سے قائم ہوئے جب علامہ خطبات کے سلسلے میں حیدر آباد دکن میں تشریف لے گئے اور وقت گزرنے کے ساتھ ان کا تعلق، دوستی اور عقیدت مندی میں تبدیل ہو گیا۔ بقول عبدالمجید قریشی: "سر راس مسعود مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر مقرر ہوئے تو انھوں نے جلد ہی علامہ کو علی گڑھ آنے کی دعوت دی۔ ان کی تشریف آوری پر سید راس مسعود نے ان کی خدمت میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی جانب سے ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی ڈگری پیش کی" (۴۸)

جب راس مسعود کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو علامہ اقبال سے کہا گیا کہ وہ نامولود کا نام رکھیں علامہ نے لڑکی کا نام نادرہ تجویز کیا جس کو سب نے پسند کیا۔ انھوں نے نادرہ ناصرف نام تجویز کیا بلکہ ایک تاریخی قطعہ بھی لکھا اور سر راس مسعود کی نذر کیا:

"راس مسعود جلیل القدر کو جو کہ اصل و نسل میں مجد ہے
یادگارِ سید والا گہر نورِ چشم سید محمود ہے
راحتِ جان و جگر دختر ملی شکرِ خالق منت معبود ہے
خاندان میں ایک لڑکی کا وجود باعث برکت لا محدود ہے
کس قدر برجستہ ہے تاریخ بھی باسعادت دختر مسعود ہے" (۴۹)

جب علامہ علیل تھے اور کئی طرح کے عوارض آپ کو لاحق تھے اور بے وقت موت سے ان کی زوجہ ساتھ چھوڑ گئی تھی بچوں کی دیکھ بھال کا مسئلہ بھی درپیش تھا یہ وقت علامہ پر نہایت نازک تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علامہ کے روز مرہ کے معاشی حالات بدتر ہو گئے بقول عبدالمجید قریشی: "حضرت علامہ کے ان پریشان کن حالات پر بہت غور کرنے کے بعد سید راس مسعود نے نواب حمید اللہ خاں فرماں روائے بھوپال اور سر آغا خان سے سلسلہ جنبانی کی اور بڑے عزت و وقار کے ساتھ حضرت علامہ کے مسائل پیش کیے سر راس مسعود نے نواب کے مشورے سے ان کو لکھا کہ وہ کچھ عرصہ بھوپال تشریف لے آئیں تاکہ بھوپال کے حمیدیہ ہسپتال کے ماہرین سے ان کا علاج کروایا جا سکے چند ماہ کی مراسلت کے بعد علامہ بھوپال تشریف لے گئے۔" (۵۰)

۷۔ "علامہ اقبال اور سید سلمان ندوی" از محمد معزالدین

"علامہ اقبال اور سید سلمان ندوی" محمد معزالدین ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی کا مضمون یکم سے پندرہ نومبر ۱۹۷۷ء کے شمارے میں شائع ہوا۔

آپ پیش نظر رکھیے، انھیں دیکھیے ان میں جو قریبی مماثلت ملتی ہے اس سے پتہ چلتا ہے اور خود اقبال نے بھی یہ کہا ہے کہ پیر رومی نے ان کے کلام کو اکسیر بنایا ہے اور وہ فکری راستے سے ہے اور یہ اثر علامہ اقبال کے کلام پر شروع سے آخر تک حاوی رہا۔ اقبال نے رومی سے صرف استفادہ ہی نہیں کیا بلکہ اس میں اپنی طرف سے اپنی فکر اپنی فنی بصیرت کے اعتبار سے بھی اضافہ کیا اس طرح انھوں نے اپنا راستہ اپنے حالات کے ساتھ جوڑ لیا۔"(۵۵)

علامہ اقبال کا فلسفہ خودی جو نہ صرف علامہ کی تصانیف اسرار خودی اور رموز بے خودی میں ابھرا بلکہ علامہ اقبال کے سارے کلام پر چھایا ہوا نظر آتا ہے وہ بنیاد ہے علامہ کی فکر کی جس میں انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے انسان کو اپنا موضوع بنایا۔

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم: "ڈاکٹر وحید، ڈاکٹر باقر آپ علامہ اقبال اور رومی پر گفتگو فرما رہے تھے اس ساری کائنات میں عظیم مخلوق انسان ہے اس لیے یہ کائنات بنی ہے۔ علامہ جب انگلستان گئے تو انھوں نے وہاں سے بہت کچھ سیکھا لیکن ساتھ ایک سخت ردعمل پیدا ہوا اس نے دیکھا مغربی تعلیم اور مغربی تہذیب انسان کو جس مقام پر پہنچانا چاہتی تھی وہاں سے ان کو نیچے تنزل کی طرف لا رہی تھی۔ انسان کو انسانیت نہیں بلکہ راہبانیت کی طرف کھینچ رہی ہے تو ایک سخت ردعمل پیدا ہوا اس نے دیکھا کہ انسان تو تباہ ہو رہا ہے پھر جگہ جگہ ایسا ہی تھا کہ یہ تو مشینیں ہیں انھوں نے تو انسان سے مروت چھین لی چنانچہ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ علامہ نے آتے ہی خودی کی بنیاد رکھی اور کہا کہ انسان کی شخصیت کا نام خودی ہے۔"("آہنگ"، کراچی، شمارہ ۲۰، (۱۷ تا ۳۱، اکتوبر ۱۹۷۷ء)

۸- کتابوں پر تبصرہ "اقبال اور انجمن حمایت اسلام" اور "خطوط اقبال"

"آہنگ" کے رسالے میں کتابوں پر تبصرہ کے سلسلے میں بعض رسائل میں اشاعت پذیر اہمیت کی حامل کتب پر تبصرہ کیا جاتا ہے اس سلسلے کے تحت یکم سے پندرہ نومبر ۱۹۷۷ء کے شمارے میں علامہ اقبال کی انجمن حمایت اسلام کے ساتھ وابستگی اور خدمات پر محمد حنیف شاہد کی کتاب "اقبال اور انجمن حمایت اسلام" پر تبصرہ شائع ہوا نمونے کے اقتباس درج ذیل میں ملاحظہ کیجیے۔ کتاب: اقبال اور انجمن حمایت اسلام، مصنف: محمد حنیف شاہد، ناشر: انجمن حمایت اسلام

اقبال اور انجمن حمایت اسلام محمد حنیف شاہد کی اہم تحقیقی کتاب جو اپنے موضوع کے اعتبار سے نا صرف ایک منفرد حیثیت کی حامل ہے بلکہ اس میں حیات اقبال کے نامعلوم گوشوں کو بھی شائع کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ کی انجمن حمایت اسلام سے طویل وابستگی اور اہم تعلق کو بیان کیا گیا ہے۔

"یہ کتاب ۱۹۴ صفحات پر مشتمل ہے انجمن حمایت اسلام کے زیر اہتمام نہایت نفیس انداز میں طبع ہوئی۔ کتاب کے مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے نہایت کاوش سے انجمن کے تمام اجلاسوں کی تفصیلات بہم پہنچائی ہیں۔"(۵۷)

مذاکرہ ریڈیائی ادب کی ایسی صنف ہے جس میں ایک سے زیادہ شرکاء و حاضرین کسی اہم مسئلے پر علمی اور عملی کاوش سے ایک دوسرے سے مکالمہ کرتے ہیں اور نتائج تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یکم سے پندرہ نومبر ۱۹۷۷ء کے شمارے میں اقبال اور رومی کے عنوان سے اقبال اور رومی کے تعلق کی تقسیم کے سلسلے میں ایک مذاکرہ شائع ہوا جس کے شرکاء میں شامل صف اول کے اقبال شناس صوفی غلام مصطفیٰ تبسم ڈاکٹر محمد باقر اور ڈاکٹر وحید قریشی تھے۔

مذاکرہ کا آغاز کرتے ہوئے ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر محمد باقر سے عرض کرتے ہیں آپ نے کچھ عرصہ قبل اقبال اور رومی کے بارے میں جو مماثلت اور یکسانیت پائی، اس کے تناظر میں مقالہ تحریر فرمایا تھا اس سلسلے میں آپ کچھ فرمائیے۔ ڈاکٹر محمد باقر: "میری نظر میں اقبال رومی کے انداز بیاں سے ان کی مثنوی سے اس قدر متاثر نظر آتے ہیں اپنا مرشد بیان کرنے کے ساتھ وہ اس کی بعض تفصیلات کو اپنے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اقبال اور رومی کا بنیادی خیال بنیادی تاثر دراصل قرآن مجید، احادیث اور اقوال پر مبنی ہیں۔ رومی اور اقبال ان پر اپنے طرز استدلال کی بنیاد رکھتے ہیں۔ رومی میں ایک اور کمال بھی ہے غالباً علامہ نے اس کا عکس اپنی شاعری میں پیدا نہیں کیا رومی ہر بات کا استدلال ایک تبلیغی قسم سے کرتا"(۵۳)

ڈاکٹر باقر: علامہ کی زبان، محاورے اور ترکیب کے متعلق کچھ فرمائیے۔ ڈاکٹر وحید قریشی: "علامہ کی زندگی اور ان کا مطالعہ اسے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بچپن ہی سے مثنوی مولانا روم ان کی ایک پسندیدہ کتاب رہی ہے۔ اس میں ایسے اسالیب کی بعض چیزیں ہیں جو انھیں دوسرے فارسی گو شعرا سے ممیز کرتی ہیں۔ علامہ اقبال نے اس مثنوی کو بار بار پڑھا تھا بلکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے پورا ایڈیشن مثنوی میں باقاعدہ نشان زد کیا اپنے حساب سے اس کا انتخاب کیا۔ ا" سرار و رموز" میں بھی رومی کی جھلک موجود ہے باوجود کہ علامہ اپنے خطوط میں کہتے ہیں کہ میں نے مثنوی کا آغاز بو علی قلندر کی مثنوی کو پیش نظر رکھ کر کیا۔ لیکن بو علی قلندر کے اسلوب میں اور رومی کے اسلوب میں ایک گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ یہی وہ رنگ ہے جو علامہ کی مثنوی اسرار رموز میں آیا ہے۔"(۵۴)

ڈاکٹر محمد باقر: آپ اگر اسرار رموز کا مقابلہ زبان اور لہجے کے اعتبار سے "جاوید نامہ" یا اس کا مقابلہ ان کی فارسی غزلوں سے کیجیے تو آپ دیکھیں گے کہ بہت زیادہ ان کے اسلوب میں فرق ہے وہاں پر آپ کو حافظ اور بعض دوسرے فارسی شعراء کا رنگ ابھرا ہوا ملے گا۔

ڈاکٹر وحید قریشی: "جہاں تک علامہ اقبال کے اسلوب کا تعلق ہے اس میں رومی زیادہ دخل نہیں رکھتے اس کے مقابل میں اقبال کی فکر سے ان کی زیادہ گرفت ہے اور اس کا ثبوت ہمارے پاس یہ ہے کہ عشق کے بارے میں مولانا روم نے جو کچھ کہا اسے

یونٹ کے مرتب کردہ پروگرامز اور پاکستان براڈکاسٹنگ پبلی کیشن پروگرامز شامل تھے۔

قومی پروگرام: اقبال ٹاکس

قومی پروگرام کے حوالے سے اقبال Iqbal memorial talks کے عنوان سے تقریروں کا ایک خاص سلسلہ شروع کیا گیا ممتاز دانشوروں، ماہرین اقبالیات، ماہرین قانون اور ناقدین اقبال کو ان پروگراموں میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ یہ سلسلہ چھ تقریروں پر مشتمل تھا:

۱- اسلامی نظریہ قانون: مسٹر جسٹس ایس اے رحمٰن

۲- فرد اور ملت: جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال

۳- آج کا پاکستان اور جدید معاشرے کی ضرورتیں: بی-اے-ڈار

۴- قانون دہندہ کی حیثیت سے پیمبر کا کردار: جسٹس بی-زیڈ- کیکاوٹس

۵- برصغیر میں قطب الدین سے قائداعظم تک مسلم معاشرے کا ارتقا: جسٹس قدیر الدین

۶- اقبال کے افکار میں پاکستان کا تصور اور آزادی کی جدوجہد: وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی۔(۶۰)

فکرِ اقبال کی راہیں:

فکرِ اقبال کی راہیں کے عنوان سے دوسرا سلسلہ شروع کیا گیا جن میں مشرق و مغرب کے ان فلسفیوں اور مفکرین کا تذکرہ ہے جن کے مطالعہ نے اقبال کی فکر کو جلا بخشی۔

1- **تصور پاکستان سے قیام پاکستان تک:** قومی پروگرام کا تیسرا سلسلہ فیچروں پر مشتمل تھا۔ یہ فیچر اقبال مسلم دنیا اور استحکام پاکستان کے واضح تصور پر مبنی تھے ان کے مندرجہ ذیل عنوانات تھے۔

۱- خطبہ اقبال سے قرارداد پاکستان تک

۲- قرارداد پاکستان سے قیام پاکستان تک

۳- پاکستان اور اسلامی معاشرہ

۴- پاکستان اور عالم اسلام

۵- اقبال کے ساتھ خط و کتابت

علامہ اقبال کی برسی، یوم آزادی اور قائداعظم کی برسی کے موقع پر بھی خصوصی پروگرام نشر کیے گئے جو اقبال کے ساتھ خط و کتابت پر مشتمل تھے۔

1. **اقبال کا ایک شعر:** اقبال کا ایک شعر کے عنوان سے پروگرام ۱۵ جولائی سے قومی پروگرام کی صورت میں روزانہ نشر کیا جاتا تھا۔
2. **دستاویزی پروگرام:** ۱- اقبال منزل سیالکوٹ ۲- جاوید منزل لاہور

کتاب میں حنیف شاہد کے علاوہ پروفیسر وقار عظیم کے تاثرات بھی شامل ہیں۔ بقول پروفیسر وقار عظیم: "اقبال اور انجمن حمایت اسلام کا موضوع جس قدر اہم ہے اسی قدر اقبالیات کے لکھنے والوں کی نظروں سے اوجھل رہا ہے۔ سید نذیر نیازی اور مرحوم غلام رسول مہر نے اس موضوع پر ابتدائی کام کیا مگر انھوں نے اس طرف پوری توجہ نہ دی اور یوں اس اہم موضوع پر مدت سے ایک تشنگی کا احساس ہوتا رہا محمد حنیف شاہد نے نہایت جانفشانی سے اس موضوع پر اہم مقالہ تیار کر کے اس موضوع پر مزید کام کی راہ ہموار کی ہے جس کے لیے اقبالیات کے شائقین و ماہرین ان کے ممنون ہیں۔"(۵۸)

"آہنگ" کی کتابوں پر تبصرے کے سلسلے میں دوسری اہم کتاب خطوط اقبال تھی جس کے مرتب پروفیسر رفیع الدین ہاشمی تھے ان کتب پر تبصرہ علامہ اقبال کی صد سالہ تقریبات پر ریڈیو پاکستان کے رسالہ "آہنگ" نے شائع کیا یکم تا پندرہ نومبر ۱۹۷۷ء کی اشاعت میں: کتاب: خطوط اقبال، مرتب: پروفیسر رفیع الدین ہاشمی، قیمت: چالیس روپے، ناشر: پتہ درج نہیں، خطوط: علامہ اقبال کے ایک سو گیارہ خطوط کا مجموعہ

پروفیسر رفیع الدین ہاشمی خطوطِ اقبال کے نام سے کتاب مرتب کر کے اقبالیاتی ادب میں گراں قدر اضافہ کا باعث بنے اس سے علامہ کی نجی زندگی کو سمجھا اور پرکھا جا سکتا ہے اس کے تعارف سے اقتباس درج ذیل ہے "خطوط اقبال علامہ اقبال کے ایک سو گیارہ خطوط کا مجموعہ ہے عمدہ کاغذ، آرٹ پیپرز کا بنا ہوا خوب صورت گرد پوش ۳۷۵ صفحات کی کتاب حجم کے اعتبار سے زیادہ دکھائی دیتی ہے لیکن کتاب کی اہمیت کے پیش نظر مناسب ہی ہے۔ کتاب میں جگہ جگہ حواشی درج کیے گئے ہیں جن سے قاری کو خطوط کے متعلق حصوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور سیاق وسباق معلوم کرنے میں آسانی ہوتی ہے کتاب کے آخر میں چار اہم ضمیمے ہیں اور سب سے آخر میں اشاریہ تیار کر کے شامل کتاب کیا گیا ہے خطوط کی عکسی نقول بھی جگہ جگہ لگائی گئی ہیں اور پیش لفظ ڈاکٹر سید عبداللہ کا لکھا ہوا ہے۔"(۵۹)

جشن ولادت علامہ اقبال اور پی بی سی کی نشریات

جشن ولادت علامہ اقبال کے حوالے سے پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن کی جانب سے اقبال کے سرکاری طور پر حکومت کی طرف سے قرار دیے جانے والے اقبال کے سال ۱۹۷۷ء کا آغاز ہونے کے ساتھ ہی پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن نے شاعر مشرق کی صد سالہ تقریبات پر پورے سال باقاعدگی سے پروگرام نشر کیے۔ ان پروگراموں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا پہلا حصہ جنوری سے ۲۱ اپریل تک کے پروگرامز پر مشتمل تھا جس میں اقبال کی برسی کے پروگرامز بھی شامل تھے اور دوسرا حصہ ۲۲ اپریل ۱۹۷۷ء تا سال کے اختتام تک کے پروگرام شامل تھے ان پروگرامز میں قومی پروگرام کے علاوہ علاقائی ریڈیو اسٹیشنوں کے پروگرام، سینٹرل پروڈکشن

بیرونی نشریات میں سولہ زبانوں میں فروغ فکر اقبال کے پروگرام پیش کیے گئے تھے جن میں خصوصی اہمیت کے حامل درج ذیل زبانوں کے پروگرام شامل تھے۔۱-ایرانی،۲-ترکی ۳-عربی ۴-دری ۵-فرانسیسی۔

13- **صد سالہ جشن ولادت علامہ اقبال: پی بی سی کی نشریات ایک نظر میں:**

قومی پروگرام: ۲۵ گھنٹے

قومی اور علاقائی پروگرامز: ۷۰۰ گھنٹے

بیرونی سروس: ۳۰ گھنٹے

عالمی سروس: ۳۰ گھنٹے

بیتالی سروس: ۱۸ گھنٹے

ہوم سروس: اقبال کی شاعری سے ترتیب دی گئی موسیقی: ۱۴۰۰ گھنٹے

بیرونی سروس: اقبال کی شاعری سے ترتیب دی گئی موسیقی: ۴۰۰ گھنٹے (۶۳)

یکم تا پندرہ نومبر ۱۹۷۷ء کے اقبال نمبر جاری کردہ پی بی سی کراچی کے شمارے میں شاعر مشرق علامہ اقبال کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے پی بی سی راولپنڈی کی طرف سے ناصر زیدی نے "اقبال" کے عنوان سے بچوں کے سلسلے قدم قدم آباد کے تحت نظم رقم کیے۔ نمونے کے اشعار ملاحظہ کیجیے۔

"سب سے الفت کرنے والا ملت کا دم بھرنے والا
قوم کی آنکھوں کا وہ تارا ہم کو جان و دل سے پیارا
جس نے خودی کے نغمے گائے خوشیوں کے پیغام سنائے
جس نے وطن کو عزت بخشی شہرت بخشی، عظمت بخشی
جس نے سوتوں کو بھی جگایا آزادی کا خواب سنایا
قائد اعظم کا ہمراہی خود کو کہتا تھا وہ سپاہی" (۶۴)

یکم سے ۱۵ نومبر ۱۹۷۷ء کے "آہنگ" کے اقبال نمبر میں بچوں کے لیے سلسلہ "قدم قدم آباد" کے تحت مضمون "علامہ اقبال کا بچپن" شائع ہوا جس کو شاہد ہاشمی نے تحریر کیا۔

اس مضمون میں اقبال کے ابتدائی زندگی کے حالات کے علاوہ گھریلو اور زمانہ طالب علمی کے حالات کا جائزہ لیا گیا۔

"علامہ اقبال کا بچپن" مضمون کے اقتباس درج ذیل ہیں۔

اقبال طالب علمی کے زمانے سے اپنے ساتھیوں سے زیادہ ذہین تھے انھیں اپنی تعلیم کا بڑا خیال رہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے پرائمری، مڈل اور ہائی سکول کے امتحانوں میں وظیفے حاصل کیے انھیں پڑھائی کے وقت کسی کھیل میں الجھنا مشکل تھا۔

"ایک بار سیالکوٹ چھاؤنی میں بڑے مشہور پہلوانوں کی کشتیاں تھیں دوستوں نے کشتیاں دیکھنے کے لیے اقبال کو بھی ساتھ لے جانا چاہا لیکن انھوں نے جانے سے صاف انکار کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا وہ دوست بھی کشتیاں دیکھنے نہیں گئے انھوں نے

3. **اقبال کے شب و روز:** دس نومبر سے پندرہ روز کے لیے روزانہ نیشنل ہک اپ پر پروگرام پیش کیا جاتا تھا

4. **اقبال کے صد سالہ جشن ولادت کی رپورٹ پر مشتمل پروگرام**

5. **انٹرنیشنل کانگریس پر ریڈیو رپورٹ:** اقبال کے صد سالہ جشن ولادت انٹرنیشنل کانگریس پر ریڈیو رپورٹ کے پروگرامز کا سلسلہ شامل تھا۔ (۶۱)

6. **پاکستان کے مختلف شہروں کے اسٹیشنوں کے پروگرام:** پاکستان کے مختلف شہروں کے ریڈیو اسٹیشنوں پر مشتمل اقبالیاتی ادب کے پروگرام کو مقامی، علاقائی مناسبت سے ترتیب دیا گیا۔ فروغ فکر اقبال کے متعلق درج ذیل پروگرام عالمی، قومی، مقامی اور علاقائی سروس کے ذریعے ریڈیو اسٹیشنوں پر پیش کیے گئے۔ پروگرامز کے نام درج ذیل تھے۔

۱- اقبال کی محفل میں
۲- اقبال کا ایک شعر: سال بھر نشر کیا گیا
۳- شاعر مشرق کی زندگی اور پیام: ہفت روزہ جنوری میں شروع ہوا
۴- اقبال اور ان کے ہم عصر
۵- اقبال ایک عہد آفریں شاعر
۶- ریڈیو پاکستان کو ائز پروگرام: جہاں تازہ
۷- مجھے ہے حکم اذاں: فیچر پر مشتمل پروگرام
۸- دانائے راز: تقریروں کا سلسلہ
۹- عشق رسول ﷺ: اردو اور علاقائی زبانوں میں تقریروں کا سلسلہ
۱۰- آتش رفتہ کا سراغ: اقبال کی طویل نظموں پر تبصرے شامل تھے
۱۱- تازہ ہیں میرے واردات: مختلف موضوعات پر اقبال کے خطوط

11- **خصوصی سامعین کے حوالے سے پروگرام۔**

اقبال کی فکر و فلسفہ کے فروغ کے حوالے سے:

۱- بچوں کے لیے پروگرام
۲- خواتین کے لیے پروگرام
۳- فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام
۱۳- غزل اور نظم اقبال، دھنوں میں ترتیب دیئے گئے پروگرام
۱۴- خبر نامہ میں نشر کیے گئے باہر کے ریکارڈ کیے گئے پروگرام
۱۵- پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن لائبریری سے اقبال پر منتخب کردہ شعر و نغمہ کے پروگرام
۱۶- پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن سنٹرل پروڈکشن یونٹ کے تحت ریکارڈ کیے ہوئے پروگرام جو مختلف سفارت خانوں کو بھیجے جاتے رہے۔ (۶۲)

12- **ریڈیو پاکستان کی بیرونی نشریات کے اقبالیاتی ادب کے پروگرام**

مقامی پروگرامز شامل تھے جنھیں ریڈیو اسٹیشن، سینٹرل پروڈکشن یونٹ اور پاکستان براڈکاسٹنگ پبلی کیشن کے جریدہ "آہنگ" نے ترتیب دیا تھا۔ ان میں خاص طور پر جریدہ "آہنگ" میں سارا سال شائع ہونے والے پرچوں میں اقبالیاتی ادب کی منظومات و نگارشات کے علاوہ صد سالہ جشن ولادت اقبال کے حوالے سے جریدہ آہنگ کا اقبال نمبر خاص اہمیت کا حامل تھا۔

حوالہ جات:

۱- طاہر فاروقی، فکر اقبال، مشمولہ ("آہنگ"، کراچی، شمارہ ۱۶، ۸ تا ۱۳ اپریل ۱۹۷۷ء)، ص: ۷
۲- ایضاً
۳- ایضاً
۴- راحت چغتائی، اقبال کے حضور نظم، مشمولہ (آہنگ"، کراچی شمارہ ۸، ۱۶ تا ۱۳ اپریل ۱۹۷۷ء)، ص: ۷
۵- ڈاکٹر ممتاز منگلوری، پیام اقبال، ایضاً، ص: ۷
۶- ایضاً
۷- ایضاً
۸- غلام جیلانی اصغر، مرد فقیر، مشمولہ، ("آہنگ"، کراچی، شمارہ ۱۶، ۱۰ تا ۳۱، مئی ۱۹۷۷ء)، ص: ۷
۹- خالد وہاب، علامہ اقبال اور ان کا پیغام، مشمولہ، (آہنگ"، کراچی، شمارہ ۱۶، ۱۴ تا ۳۱، جولائی ۱۹۷۷ء)، ص: ۴۵
۱۰- ونگ کمانڈر پیر محمد اکرم، اقبال کا تصور شاہین، مشمولہ، ("آہنگ"، کراچی، شمارہ ۱۶، ۷ تا ۳۱، جولائی ۱۹۷۷ء)، ص: ۸
۱۱- ایضاً
۱۲- پروفیسر کرم حیدری، اقبال اور عشق رسولؐ، مشمولہ، ("آہنگ"، کراچی، شمارہ ۱۶، ۱۰ تا ۳۱، اگست ۱۹۷۷ء)، ص: ۹
۱۳- ایضاً
۱۴- ایضاً
۱۵- ایضاً
۱۶- احمد ندیم قاسمی، نذر اقبال (غزل)، مشمولہ، ("آہنگ"، کراچی، شمارہ ۱۷، ۱۸ تا ۳۰، ستمبر ۱۹۷۷ء)، ص: ۲
۱۷- ضیاء جالندھری، اقبال ایک عہد آفریں شاعر، محولہ بالا، ص: ۷
۱۸- ایضاً
۱۹- خالد وہاب، علامہ اقبال اور ان کا پیغام، محولہ بالا، ص: ۴۸
۲۰- پروفیسر کرار حسین، علامہ اقبال کا شعری کردار علم، مشمولہ، "(آہنگ"، کراچی، شمارہ ۱۹، یکم تا ۱۵، اکتوبر ۱۹۷۷ء)، ص: ۷
۲۱- ایضاً
۲۲- ایضاً

اسی روز سے مسجد میں جا کر اقبال کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دی" ("آہنگ"، کراچی، شمارہ ۲۰، (۱۷ تا ۳۱، اکتوبر ۱۹۷۷ء)

"آہنگ" نے یکم دسمبر تا ۱۵ دسمبر ۱۹۷۷ء کے شمارے میں مضمون اقبال کی ایک نظم پر تنقیدی جائزہ "طلوع اسلام" کا شائع کیا۔ یہ مضمون محمد احمد شمسی نے تحریر کیا۔

طلوع اسلام علامہ کی آخری بڑی نظم ہے جو اپریل ۱۹۲۳ء کو انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں علامہ نے خود پڑھ کر سنائی۔ اس نظم میں معانی و آہنگ، علائم و تلمیحات، فکر و نغمگی کا ایسا حسین امتزاج موجود ہے جو فن نظم گوئی کی معراج ہے یہ نظم نو بندوں پر مشتمل ہے۔ پہلے بند میں علامہ اس وقت کے دور کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں: "انھیں خوشی ہے کہ مسلمانوں کا اسلامی اصولوں سے دوری کا دور جیسے وہ دور گراں خوابی کہتے ہیں گزر چکا اور دین حقیقی کی روح کی طرف مراجعت کا سورج ان کے دل و دماغ پر طلوع ہو رہا ہے مغربی تہذیب اور یورپی استعمار کے ہاتھوں زک اٹھا کر مسلمان پھر بیدار ہو رہے ہیں اس کا ثمر اسے "شکوہ ترکمانی"، "ذہن ہندی" اور نطقِ اعرابی کی نعمتوں کی شکل میں ملنے والا ہے۔ چنانچہ اقبال ایسی ہی ملی شاعری کا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی نوا سے ہر مسلم ضمیر میں آرزو کا چراغ روشن کر دے اور اپنی رجز خوانی سے ہر فرد ملت کو "شہدِ جستجو" بنا دے۔"[۶۶]

اقبال کی نظم طلوع اسلام کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے محمد احمد شمسی نے ہر بند کا علیحدہ تجزیہ پیش کیا ہے اگر انسان میں ایمان، یقین اور عمل پیہم ہے تو بڑی سے بڑی رکاوٹیں راستے میں حائل نہیں ہو سکتیں اور انسان کی خودی بیدار ہو جاتی ہے اور جب مسلمان کی خودی بیدار ہو جائے تو بڑی سے بڑی مشکلات، غلامی کی زنجیریں کٹ جاتی ہیں، بندہ اور خدا کے درمیان محبتِ خدا سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ بقول محمد احمد شمسی: "نظم کا پانچواں بند ان شمشیروں کی نشاندہی سے عبارت ہے جو جہاد زندگانی میں سب سے کارگر ثابت ہوتی ہیں اور یہ شمشیریں ہیں ذوق یقین، ایمان کامل، ابراہیمی نظر، عمل پیہم اور محبت فرواں۔ ذوق یقین کی بدولت غلامی کی زنجیریں کٹ جاتی ہیں، ایمان محکم سے ولایت بادشاہی اور علم اشیا کی جہانگیری حاصل ہوتی ہے، ابراہیمی نظر ہوس کے پردے چاک کر دیتی ہے۔ عمل پیہم سے خودی کا جواہر عیاں ہوتا ہے اور محبت فراواں سے بندہ و آقا کی تمیز مٹ جاتی ہے۔"[۶۷]

پاکستان براڈکاسٹنگ پبلی کیشن اور صد سالہ جشن ولادت علامہ اقبال 1977ء

مجموعی جائزہ: ۱۹۷۷ء کو علامہ اقبال کا صد سالہ جشن ولادت سرکاری طور پر منایا گیا۔ اقبال کے سال کا آغاز ہوتے ہی پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن نے جشن صد سالہ تقریباتِ اقبال پر پروگرامز نشر و اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ ان پروگرامز کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا پہلا حصہ جنوری سے ۲۱ اپریل تک کے پروگرامز پر مشتمل تھا دوسرا حصہ ۲۲ اپریل , ۱۹۷۷ء سے سال کے اختتام جاری رہا۔ ان پروگرامز میں عالمی اور بیرونی سروس کے پروگرامز، قومی پروگرامز، علاقائی اور

۲۳- محمد شفیع صابر، مکتوب اقبال، مشمولہ، ("آہنگ"، کراچی، شمارہ، ۲۰، (۱۷ تا ۳۱، اکتوبر ۱۹۷۷ء)، ص: ۷

۲۴- ایضاً

۲۵- ایضاً

۲۶- ایضاً

۲۷- ایضاً

۲۸- ایضاً

۲۹- ایضاً

۳۰- ایضاً

۳۱- ایضاً

۳۲- ایضاً

۳۳- ایضاً

۳۴- فرخ بخاری، نظم شاعر مشرق، نذرانہ عقیدت، پی بی سی، پشاور، مشمولہ، ("آہنگ"، کراچی، شمارہ، ۲۱، یکم تا ۱۵، نومبر ۱۹۷۷ء)، ص: ۲

۳۵- ڈاکٹر ممتاز منگلوری، اہم تصانیف، محولہ بالا، ص: ۷

۳۶- ایضاً

۳۷- ایضاً

۳۸- جمیل جالبی، مکاتیب اقبال، محولہ بالا، ص: ۹

۳۹- ایضاً

۴۰- جوش ملیح آبادی، اقبال ایک عہد آفریں شاعر، محولہ بالا، ص: ۱۰

۴۱- ایضاً

۴۲- ایضاً

۴۳- شر نعمانی، اقبال کے ناقدین، محولہ بالا، ص: ۱۱

۴۴- ایضاً

۴۵- علامہ اقبال، تقریر، سال نو کا پیغام، مقرر، عبدالمجید سالک، ریڈیو لاہور ۱۹۳۸ء، نشر مقرر، نومبر ۱۹۷۶ء ریڈیو پاکستان لاہور، محولہ بالا، ص: ۱۳

۴۶- ایضاً

۴۷- عبدالمجید قریشی، علامہ اقبال اور سر راس مسعود، محولہ بالا، ص: ۱۴

۴۸- ایضاً

۴۹- ایضاً

۵۰- ایضاً

۵۱- محمد معزالدین، علامہ اقبال اور سید سلمان ندوی، محولہ بالا، ص: ۱۵

۵۲- ایضاً

۵۳- صوفی غلام مصطفی تبسم، ڈاکٹر محمد باقر، ڈاکٹر وحید قریشی، مذاکرہ، اقبال اور رومی، محولہ بالا، ص: ۱۷ تا ۱۸

۵۴- ایضاً

۵۵- ایضاً

۵۶- ایضاً

۵۷- ڈاکٹر معزالدین، کتابوں پر تبصرہ، محولہ بالا، ص: ۱۸

۵۸- ایضاً

۵۹- ایضاً

۶۰- پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن، رپورٹ، جشن ولادت علامہ اقبال، (ریڈیو پاکستان، ۱۹۷۷ء)، محولہ بالا، ص: ۱۹

۶۱- ایضاً

۶۲- ایضاً، ص: ۲۰

۶۳- ایضاً

۶۴- ناصر زیدی، نظم اقبال، محولہ بالا، ص: ۵۳

۶۵- محمد شاہد ہاشمی، علامہ اقبال کا بچپن، محولہ بالا، ص: ۵۳

۶۶- محمد احمد شمسی، طلوع اسلام کا تنقیدی جائزہ، مشمولہ ("آہنگ"، کراچی، شمارہ، ۲۳، یکم تا ۱۵ دسمبر ۱۹۷۷ء)، ص: ۷

۶۷- ایضاً

رسائل وجرائد:

۱- "آہنگ" (پندرہ روزہ): پی-بی-سی، کراچی: ۱۶ اپریل، ۱۹۷۷ء

۲- "آہنگ" (پندرہ روزہ): پی-بی-سی، کراچی: ۱۶ مئی، ۱۹۷۷ء

۳- "آہنگ" (پندرہ روزہ): پی-بی-سی، کراچی: ۱۶ جولائی، ۱۹۷۷ء

۴- "آہنگ" (پندرہ روزہ): پی-بی-سی، کراچی: ۱۶، اگست، ۱۹۷۷ء

۵- "آہنگ" (پندرہ روزہ): پی-بی-سی، کراچی: ۱۶ ستمبر، ۱۹۷۷ء

۶- "آہنگ" (پندرہ روزہ): پی-بی-سی، کراچی: یکم اکتوبر، ۱۹۷۷ء

۷- "آہنگ" (پندرہ روزہ): پی-بی-سی، کراچی: ۱۶ اکتوبر، ۱۹۷۷ء

۸- "آہنگ" (پندرہ روزہ): پی-بی-سی، کراچی: یکم نومبر، ۱۹۷۷ء

۹- "آہنگ" (پندرہ روزہ): پی-بی-سی، کراچی: یکم دسمبر، ۱۹۷۷ء